ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۹ اگست ۱۹۵۷ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

سید الشہدا حضرت امام حسینؓ کے حضور میں

از جناب عبدالرحیم جاوید الٰہ آبادی) پاکستان

اے حسینؓ ابن علیؓ اے پارۂ قلب رسولؐ — اے کہ ہستی ہے حقیقت میں تری جانِ بتولؓ

اے کہ ہستی پر تری شاداں ہے رب العالمین — ناز اُٹھاتے ہیں ترے خود رحمۃ اللعالمین

برتر از وہم و گماں ہے عظمت و رفعت تری — تو نے اپنے خوں سے سینچا گلشنِ دینِ نبی!

پرچمِ طاغوت کو تو نے کیا ہے سرنگوں — ہے بنائے دینِ یزداں تیرا ہر قطرۂ خوں!

کربلا میں ترے سجدوں کی ادا کو دیکھ کر — محوِ حیرت ہیں سبھی حور و ملک جن و بشر!

ظلمتوں میں نورِ وحدت سے اجالا کر دیا — تو نے توحیدِ خدا کا بول بالا کر دیا!

نعرۂ توحید سے تیرے یہ گونجی کائنات — کر دیا حل تو نے پل میں عقدۂ موت و حیات

وہ کڑکتی دھوپ وہ کرب و بلا وہ تشنگی — ہر مصیبت خندہ پیشانی سے ہے تو نے سہی!

وہ تڑپنا پیاس سے کُنبے کا تیرے الاماں — سوکھ کر کانٹا ہوئی ہر ایک بچے کی زباں

تجھ کو جب گھیرے پڑے تھی ہر طرف فوجِ یزید — خاک و خوں میں اٹ رہے تھے بیکساں تیرے شہید

تیری مظلومی کا شاہد بن چکا تھا آسماں — ہو رہی تھی ہر طرف سے بارشِ تیر و سناں

ہر مصیبت کو تو سمجھا امن و راحت کی نوید — اس لئے نہ دے سکا تو دست در دستِ یزید

بچہ بچہ کو کیا قرباں پئے دینِ خدا — دشتِ کربل میں دیا گھر بار سب تو نے لُٹا!

مہبطِ انوارِ یزداں ہے ترا قلبِ سلیم — نوکِ خنجر پر سنایا تو نے قرآنِ حکیم!

تیرے گلشن پر یہ چلتی دیکھ کر بادِ سموم — خوں کے آنسو رو رہے تھے ماہ و خورشید و نجوم

سیلِ باطل سے تو جب دست و گریباں ہو گیا — کفر و ظلمات کا جہاں یکسر پریشاں ہو گیا!

تیرے خوں کا قطرہ قطرہ ہے بنائے لا الٰہ

کر دیا زندہ تیری ہستی نے نام مصطفٰےؐ

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳ | ۱۲ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۹ اگست ۱۹۵۷ء | شمارہ ۱۳

محرم الحرام

تاریخ اسلامی میں مشہور ترین واقعہ سانحہ کربلا ہے جو ۶۱ھ میں رو نما ہوا۔ کونسا مسلمان ہے۔ جس نے واقعات کربلا سنے نہ ہوں گے یا جس کو یاد نہ ہوں گے۔ اور کس نے ان واقعات کو سن کر آنسو نہ بہائے ہوں گے۔ خلافت راشدہ کے زرین دور کے بعد تاریخ اسلام میں ایسے خونچکاں واقعات اس وقت رونما ہوئے جبکہ امرا اور سلاطین فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے۔ خلفاء مسجد سے نکل کر قصر خلافت میں بیٹھ گئے۔ پھر ظلم وستم کی وہ آندھیاں چلیں۔ جن سے خانوادۂ رسول ﷺ بھی محفوظ نہ رہ سکا۔

ان واقعات کے نتائج کے طور پر مسلمان قوم دو فرقوں میں بٹ گئی۔ اور شاید یہ اختلاف قیامت تک قائم رہے۔ مسلمانوں کا ایک فرقہ مخصوص انداز میں واقعات کربلا کی یاد "تازہ کرتا ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ وہ غلط کرتا ہے یا صحیح اس فرصت میں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ محرم الحرام میں مسلمانوں میں جو کشیدگی اور منافرت پھیل جاتی ہے۔ اور وہ مہینہ جس میں سنجیدگی اور غور و خوض کرنے کی ضرورت تھی۔ وہ ٹھیکا فضیحتی کی نظر ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس کی کیا وجوہات ہیں؟ شیعہ حضرات ایام عاشورہ میں مجالس منعقد کرتے ہیں اور ماتمی جلوس نکالتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت ماتمی جلوسوں پر معترض ہیں اور اس کو باہمی منافرت کا باعث ٹھہراتے ہیں۔ شیعہ سنی اتحاد کے لئے حکومت کی جانب سے اپیلیں ہوتی ہیں۔ فریقین کے علماء کرام اور لیڈر بیانات دیتے ہیں۔ لیکن بعض جگہ ناخوشگوار واقعات کا ارتکاب ہوتا ہی رہتا ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ہماری رائے میں ان واقعات کا سدِ باب فی الحقیقت اس وقت تک دشوار ہے۔ جب تک فریقین کے حقوق و اختیارات حکومت کی جانب سے متعین نہ کر دیئے جائیں۔ ایسے حقوق متعین کرنے میں مذہبی عبادات میں مداخلت بالکل نہ ہونی چاہیئے اور دوسرے اس امر کا خیال رکھا جائے کہ اہل سنت والجماعت ملک میں بہت بڑی اکثریت کے حامل ہے۔ لہذا ان کے حقوق و اختیارات بھی اسی تناسب سے مقرر ہونے چاہئیں۔ اگر اس ضمن میں ان کی غالب اکثریت کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا گیا تو اُن کی تسلی نہ ہوگی۔ اور اکثریت کی "بے چینی" مصالحت کی تمام کوششیں بے کار ثابت کر دے گی۔

اہل سنت والجماعت کا یہ مطالبہ کہ "ماتمی جلوس بند کر دیئے جائیں۔ اور شیعہ حضرات کو اپنے امام باڑوں یا مخصوص جگہوں پر حسب خواہش سب کچھ کرنے کی اجازت دی جائے" قطعاً انصاف کے منافی نہیں۔ یہی ماتمی جلوس ہی تو ہیں جو دو فرقوں میں بعد المشرقین پیدا کر رہے ہیں۔ ماتمی جلوس خواہ مخواہ اکثریتی فرقہ کے گلی کوچوں میں لے جائے جاتے ہیں۔ بلکہ ٹھونسے جاتے ہیں۔ اور شرپسند عناصر کے ایماء پر چشم زدن میں فساد بھڑک اٹھتا ہے۔

فرنگی حکمرانوں نے جو ماتمی جلوسوں وغیرہ کے لائیسنس دیئے ہوئے تھے۔ یہ مسلمانوں میں فساد کے پروانے تھے۔ درپردہ کافر حکمرانوں کی مرضی بھی یہی تھی کہ آپس میں مسلمانوں کا لڑائی وغیرہ میں وقت ضائع ہو۔ اور ایک دوسرے کی مخالفت ہی کی سوچا کریں۔

ملکی حکمرانوں سے یہ امید نہیں کہ وہ بھی خدا نخواستہ ایسا ہی خیال رکھتے ہیں۔ ہمارے وزراء وغیرہ امن و امان کے لئے اپیلیں کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جب تک وہ فریقین کے حقوق اکثریت و اقلیت کی رعایت سے متعین نہیں کر دیتے اپیلیں لا حاصل ہیں۔ حکومت کو اس طرف جلد توجہ کرنی چاہیئے۔ تاکہ یہ جھگڑا ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حکومت اور دونوں فرقوں کو خوش اسلوبی سے اس مسئلہ کو حل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

انتقال پُرملال

مسجد لائن سبحان خاں دروازہ شیرانوالہ کے نمازیوں کو یہ سن کر بہت افسوس ہوگا کہ حافظ عنایت اللہ صاحب شیشہ فروش شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۳؍ اگست ۱۹۵۷ء کی صبح کو اس دار فانی سے عالم جاوداں کی طرف کوچ فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ط مرحوم عمر دراز تک مسجد لائن سبحان خاں میں رمضان المبارک میں نماز تراویح میں حسبتہً للہ قرآن مجید سناتے رہے۔ اس پر طرہ یہ کہ ختم کی رات شیرینی بھی اپنی جیب سے خرچ کر کے تقسیم فرماتے تھے۔ قرآن مجید بہت صحیح، نہایت صاف، اور بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ پچھلے سال دل کے عارضہ کے باعث پہلے آپ نے قرآن مجید سنانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن نہ رہ سکے اور دو تین دن بعد شروع کر دیا۔ اس سال مجبوراً اس سعادت سے محروم رہ گئے تھے۔ جس کا انہیں اور ان کے مقتدیوں کو بہت ہی افسوس ہے۔ تین دفعہ حج کی سعادت بھی نصیب ہو چکی تھی۔ اس سال بھی انتقال سے پانچ چھ روز پیشتر ہی حج سے واپس تشریف لائے تھے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل مرحمت فرمائے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۵- محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۲- اگست ۱۹۵۷ء

سیّد اہل الجنّۃ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ

مندرجہ ذیل آیت کی عملی تفسیر ہے

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ سورہ الانعام رکوع ۲۰ پارہ ۸

ترجمہ - کہدو - بیشک میری نماز اور میری عبادت کے سب کام اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے - جو سارے جہان کا پالنے والا ہے -

برادران اسلام - اگر آپ غور کرینگے تو آپ کو یہ قاعدہ کلیہ نظر آئے گا - کہ دُنیا میں جو واقعہ بھی ہوتا ہے اس کے واقع ہونے سے پہلے اسباب کی چند کڑیاں ہوتی ہیں - جس طرح کئی کڑیاں ملنے کے بعد ایک زنجیر بنجاتی ہے - اسی لئے چند اسباب کے یکے بعد دیگرے مرتب ہونے پر ایک واقعہ ظہور پذیر ہو جاتا ہے -

مثلاً

ایک لڑکے کی ایک لڑکے کے ساتھ شادی ہوتی ہے - اب اس شادی پر غور کیجئے - تو آپ کو اس شادی ہونے سے پہلے واقعات کا ایک سلسلہ نظر آئے گا - مثلاً پہلے لڑکے کے ماں باپ نے خیال کیا - کہ اگر ہم اپنے لڑکے کا فلاں لڑکی سے رشتہ کرلیں - تو امید ہے کہ موزوں ہوگا - اس خیال کے پختہ ہونے کے بعد نمبر دوم یہ خیال آئے گا - کہ لڑکی کے ماں باپ کے ہاں اس خیال کا اظہار کس طرح کیا جائے - آیا لڑکے کا باپ کہے یا لڑکے کی ماں جاکر اظہار خیال کرے - یا کسی اور آدمی کو لڑکی کے ماں باپ کے ہاں ہمارے اس خیال کے اظہار کا ذریعہ بنایا جائے - اس کے بعد جانبین میں ایک عرصہ تک شرائط طے ہوتی رہیں گی - شرائط طے ہونے کے بعد ایک دن مقرر کیا جاتا ہے - جس میں جانبین کے اعزہ و اقرباء جمع کئے جاتے ہیں اس اجتماع میں یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ اس لڑکے کا فلاں لڑکی سے رشتہ جانبین نے بطیب خاطر منظور کر لیا ہے - اس کا نام عرف عام میں منگنی کرنا ہے - منگنی ہونے کے بعد فریقین اپنی اپنی شرائط کے پورا کرنے کی تیاری کرنی شروع کر دیتے ہیں جب شرائط پوری ہو جاتی ہیں - مثلاً کپڑا یا زیور یا مکان وغیرہ کی تیاری - اس کے بعد شادی کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے - تاکہ سب حاضر ہوکر اس تقریب سعید کی خوشی میں شامل ہوں - پھر اس تاریخ معین پر نکاح ہوتا ہے - اور لڑکی والے لڑکی کو سسرال روانہ کر دیتے ہیں - اس آخری دن میں جو نکاح اور رخصتی ہوتی ہے - اسے شادی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے - آپ نے ملاحظہ فرمایا - اس شادی کے دن سے پہلے واقعات کی کتنی کڑیاں جڑی ہیں - تب شادی کا دن آیا ہے علی ہذا القیاس ہر واقعہ کے ظہور پذیر ہونے سے پہلے واقعات کی بہت ساری کڑیاں ہوتی ہیں - جن کی ترتیب سے وہ واقعہ ظاہر ہوتا ہے - اسی قاعدہ

پھر شادی کی مقررہ تاریخ کی فریقین کے رشتہ داروں کو اطلاع دی جاتی ہے

کے ماتحت ایک جلیل القدر مسلّم التعظیم واجب الاحترام شخصیت یعنی گوشۂ جگر رحمۃ للعالمین کے نور العین اعنی سیدنا و سید اہل الجنۃ امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہادت واقع ہوئی ہے -

اس درد انگیز داستان ظلم و ستم کی کڑیاں ملاحظہ ہوں -

پہلی کڑی

ماہ رجب سنہ ۶۰ھ کو دمشق میں یزید بن معاویہؓ کی خلافت کا اعلان ہوا - حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی میں ان کا بیٹا یزید ولی عہد مقرر ہوچکا تھا - چنانچہ امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا - یہ واقعہ ماہ رجب سنہ ۶۰ھ دمشق میں ہوا - یزید نے تمام مُلکوں میں اپنے حکّام کی طرف فرمان بھیجا کہ میرے حق میں لوگوں سے بیعت لی جائے - اسی ضمن میں اس نے مدینہ منوّرہ کے حاکم ولید بن عقبہ کو لکھا کہ امام حسینؓ سے یزید کے حق میں بیعت لی جائے -

دوسری کڑی

امام حسینؓ کا بیعت سے انکار اور مکّہ معظمہ کو روانگی

امام حسینؓ نے بیعت نہ کی - کیونکہ یزید فاسق - شرابی اور ظالم تھا - اس کے بعد امام حسینؓ ۴- شعبان سنہ ۶۰ھ کو مکّہ معظّمہ روانہ ہو گئے - اور وہیں جاکر قیام فرمایا -

تیسری کڑی

کوفہ والوں کی طرف سے تشریف آوری کی دعوت

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے چونکہ کوفہ اپنا دار الخلافہ بنایا ہوا تھا - اس لئے وہاں اہل بیت کے طرفداروں کی تعداد زیادہ تھی - انہوں نے امام حسینؓ کو تقریباً ڈیڑھ سو خطوط لکھے کہ آپ کوفہ تشریف لے آئیے - ہماری جان اور مال

آپ کی مدد کے لئے حاضر ہے۔

چوتھی کڑی

حضرت امامؓ کا اپنے چچیرے بھائی کو کوفہ بھیج کر اپنے لئے بیعت لینا

حضرت امام حسینؓ نے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو اہلِ کوفہ سے بیعت لینے کے لئے بھیج دیا۔ جب مسلم بن عقیل کوفہ میں پہنچے تو مختار بن عبید کے مکان پر ٹھہرے۔ اور امام حسینؓ کے لئے بارہ ہزار سے بھی زیادہ آدمیوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب نعمان بن بشیر صحابی کو اس کا علم ہوا۔ جو کہ کوفہ کے حاکم تھے۔ تو انہوں نے لوگوں کو ڈانٹا۔ فقط ڈانٹنے پر اکتفا کی۔ اس سے زیادہ کسی کو کچھ نہ کہا۔

پانچویں کڑی

نعمان بن بشیر حاکمِ کوفہ کی معزولی اور عبیداللہ بن زیاد کا تقرر

مسلم بن زیاد مضری اور عمارہ بن ولید بن عقبہ نے یزید کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ اس پر یزید نے نعمان بن بشیر کو معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ عبیداللہ بن زیاد بصرہ کے حاکم کو مقرر کر دیا۔

چھٹی کڑی

عبیداللہ بن زیاد حاکم کوفہ کی حکمت عملی سے حضرت امام کے اکثر فدائیوں کا فرار

عبیداللہ بن زیاد بصرہ سے کوفہ آیا۔ اور رات کے وقت اہلِ حجاز کے لباس میں کوفہ میں داخل ہوا۔ تاکہ لوگ دھوکے سے یہ سمجھیں۔ کہ امام حسینؓ لے آئے ہیں۔ لوگوں نے امام موصوف کا خیال کر کے اس کا استقبال کیا۔ اس کے آگے آگے یہ کہتے ہوئے جا رہے تھے۔ اے رسول اللہ کے بیٹے تمہیں مرحبا ہو۔ عبیداللہ بن زیاد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ سرکاری مکان میں داخل ہو گیا۔ صبح لوگوں کو اکٹھا کیا اور اپنی حکومت کی سند پڑھ کر سنائی۔ انہیں دھمکی دی۔ اور یزید کی مخالفت سے ڈرایا۔ اور مسلم بن عقیل کی جماعت میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے مکان میں چھپ گئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے محمد بن اشعث کو فوج دے کر ہانی بن عروہ کے مکان پر بھیجا۔ ہانی بن عروہ اور اہل کوفہ کے تمام سرداروں کو گرفتار کرا لیا۔ مسلم بن عقیل کو جب یہ اطلاع پہنچی تو انہوں نے بھی اپنے خیر خواہوں کو جمع کیا۔ ان کے ساتھ چالیس ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ انہوں نے عبیداللہ بن زیاد کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے ان قیدی سرداروں سے کہا۔ کہ تم اپنے آدمیوں کو سمجھا دو۔ کہ وہ مسلم بن عقیل کی رفاقت سے باز آ جائیں۔ ان لوگوں کے سمجھانے سے چالیس ہزار میں سے فقط پانچ سو آدمی مسلم بن عقیل کے پاس رہ گئے۔ باقی سب بھاگ گئے۔ . . . .

. . . . سی کہ مسلم بن عقیل تنہا رہ گئے۔ اب وہ متحیر ہوئے۔ کہ کیا کریں۔ ایک عورت کے گھر میں آئے۔ اس سے پینے کے لئے پانی مانگا۔ اس نے پلایا۔ اور اپنے گھر میں انہیں ٹھہرا لیا۔ اس بڑھیا کا بیٹا محمد بن اشعث (جس کا پہلے ذکر آ چکا ہے۔ جس نے کوفہ کے آدمیوں کو قید کیا تھا) کا دوست تھا۔ اس نے جا کر اشعث سے کہدیا۔ اس نے عبیداللہ بن زیاد کو اطلاع دے دی۔

ساتویں کڑی

حضرت امام حسینؓ کے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل اور اس کے دونوں بیٹوں کا قتل کیا جانا

عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن حریث کوتوال شہر اور محمد بن اشعث کو بھیجا انہوں نے آ کر اس بڑھیا کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ مسلم بن عقیل تلوار سونت کر لڑائی کے لئے نکلے۔ محمد بن اشعث نے انہیں امان دیدی۔ اور عبیداللہ بن زیاد کے پاس گرفتار کر کے لے آئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے انہیں قتل کر دیا اور ہانی (جس نے مسلم بن عقیل کو پناہ دی تھی) کو سولی پر چڑھا دیا۔ یہ واقعہ ۳۔ ذی الحجہ ۶۰ھ کا ہے۔ اس کے ساتھ ہی عبیداللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل کے دونوں بیٹے (محمد اور ابراہیم) بھی قتل کر دیئے۔ اور اسی تاریخ کو امام حسینؓ مکہ معظمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

آٹھویں کڑی

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا حضرت امام حسینؓ کو کوفہ جانے سے روکنا

آپ کے دوستوں اور رشتہ داروں کو جب اس ارادہ کا علم ہوا تو وہ سخت مضطرب ہوئے۔ یہ سب لوگ کوفہ والوں کی بیوفائی اور غداری سے واقف تھے۔ اور بنی امیہ کے خاندان کے مظالم سے بھی آگاہ تھے۔ سب نے اس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔ لوگ یہ سن کر بہت پریشان ہیں کہ آپ کوفہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کیا واقعی آپ کا پختہ ارادہ ہے۔ حضرت حسینؓ نے جواب دیا کہ واقعی عنقریب روانہ ہونے والا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔ کیا آپ ایسے لوگوں میں جا رہے ہیں۔ جنہوں نے اپنے پہلے امیر کو بے دست و پا کر دیا ہے دشمن کو اپنے ملک سے نکال دیا ہے۔ اور ملک پر اپنا تسلط جما لیا ہے۔ اب آپ کو نظام حکومت درست کرنے کے لئے بلا رہے ہیں۔ اگر واقعی ایسا ہے تو پھر بے شک تشریف لے جایئے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو ان لوگوں کا آپ کو بلانا جنگ کے لئے بلانا ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ وہ لوگ آپ کو دھوکہ نہ دیں۔ اور جب آپ کے دشمن کو طاقتور دیکھیں گے۔ تو پھر اس کے طرفدار ہو کر آپ سے لڑائی کریں گے۔ حضرت امام ان باتوں سے متاثر نہیں ہوتے۔ اور روانگی کے ارادہ

پر قائم رہے۔

نویں کڑی
دوبارہ روکنا

جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ بالکل تیار ہوگئے۔ پھر حضرت عبداللہ رض بن عباس رض دوڑے ہوئے آئے اور بمنت وسماجت کہا۔ کہ مجھ سے خاموش رہا نہیں جاتا۔ میں اس سفر میں آپ کی ہلاکت اور بربادی دیکھ رہا ہوں۔ عراقی لوگ بڑے دغا باز ہیں۔ ان کے قریب بھی نہ جائیے۔ اور یہیں مکہ معظمہ میں قیام کیجئے۔ عراق والے اگر آپ کو بلانا بھی چاہتے ہیں۔ تو انہیں کہیے کہ پہلے دشمن کو اپنے علاقہ سے نکال دیجئے۔ پھر مجھے بلائیے۔ اگر آپ حجاز سے جانا ہی چاہتے ہیں تو پھر یمن چلے جائیے۔ وہاں کے لوگ آپ کے والد (حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کے خیر خواہ ہیں۔ وہاں آپ ان دشمنوں کی گرفت سے بھی باہر ہونگے۔ وہاں خطوں اور قاصدوں کے ذریعہ سے اپنی دعوت پھیلائیے گا۔ آپ اس طرح پر یقیناً کامیاب ہوں گے۔ امام حسین رض نے فرمایا۔ کہ میں تو عراق کا ارادہ پختہ کر چکا ہوں۔ ابن عباس رض نے فرمایا۔ کہ اگر آپ نہیں تو پھر عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیے۔

دسویں کڑی
حضرت عبداللہ رض بن عباس رض کا ایک خطرہ سے آگاہ کرنا

مجھے خطرہ ہے کہ آپ ان کی آنکھوں کے سامنے اسی طرح قتل نہ کر دیئے جائیں۔ جس طرح عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے گھر والوں کے سامنے قتل کئے گئے تھے۔ اتنی باتیں پیش ہونے کے باوجود آپ اپنے ارادہ پر قائم رہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے لوگوں نے آپ کو سمجھایا۔ لیکن کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی + گیارھویں کڑی

حضرت امام رض کے چچیرے بھائی عبداللہ رض بن جعفر رض کا کوفہ جانے سے روکنا

آپ کے چچیرے بھائی عبداللہ رض بن جعفر تھے۔ انہوں نے مدینہ منورہ سے خط لکھا۔ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہ خط دیکھتے ہی آپ اپنے ارادہ سے باز آجائیے۔ کیونکہ اس راہ میں آپ کے لئے ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کے لئے بربادی ہے۔ اگر آپ قتل ہو جائیں گے تو زمین کا نور بجھ جائیگا اس وقت آپ کا وجود ہی ہدایت کا نشان اور اربابِ ایمان کی امیدوں کا مرکز ہے۔ سفر میں جلدی نہ کیجئے۔ میں آتا ہوں۔

بارھویں کڑی
حاکم مدینہ منورہ کا کوفہ جانے سے روکنا

عبداللہ بن جعفر رض نے اس کے علاوہ والیٔ مدینہ منورہ سے بھی خط لکھوایا۔ جس کا مضمون یہ ہے۔

"میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اس راستہ سے ہٹا دے۔ جس میں ہلاکت ہے۔ اور اس راستہ کی راہنمائی فرما دے۔ جس میں سلامتی ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں۔ میں آپ کے لئے شقاق اور اختلاف سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں آپ کی ہلاکت سے ڈرتا ہوں۔ میں عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ ان کے ساتھ واپس چلے آئیے۔ میرے پاس آپ کے لئے امن و سلامتی۔ نیکی۔ احسان اور حسن جواز ہے۔ خدا اس پر شاہد ہے۔ وہی اس کا کفیل۔ نگہبان اور وکیل ہے۔ والسلام۔"

اس کے بعد بھی آپ اپنے ارادہ پر پختہ رہے۔

تیرھویں کڑی
فرزدق شاعر کا ایک طرح پر روکنا

جب آپ مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے تو "صفاح" نام مقام پر اہل بیت کا مشہور محب شاعر آپ سے ملا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ ہمارے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے۔ فرزدق نے جواب دیا۔ ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں۔ مگر تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ سچ کہتا ہے۔ اب معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے۔ وہی ہوتا ہے۔ ہمارا پروردگار ہر گھڑی کسی نہ کسی حکم فرمائی میں رہتا ہے۔ اگر اس کی مشیت ہماری پسند کے مطابق ہو تو اس کی تعریف کرینگے۔ اور اگر امید کے خلاف ہو۔ تو بھی نیک نیتی اور تقوےٰ کا ثواب کہیں نہیں گیا۔

چودھویں کڑی
مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں کی کوفہ جانے پر ضد

"زرود" نام ایک مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا۔ کہ یزید کے گورنر کوفہ عبید اللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل کو علانیہ قتل کر دیا ہے۔ اور کوفیوں میں سے کوئی ٹس سے مس نہیں ہوا۔ امام حسین رض نے بار بار انا للہ و انا الیہ راجعون۔ پڑھا۔ بعض ساتھیوں نے عرض کی۔ اب وقت ہے۔ ہم آپ کے اور آپ کے اہل بیت کے حق میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں خدا کے لئے یہیں سے لوٹ چلئے۔ کوفہ میں آپ کا ایک بھی طرفدار معلوم نہیں ہوتا۔ امام حسین رض خاموش ہو گئے۔ اور واپسی پر غور کرنے لگے لیکن مسلم بن عقیل کے عزیزوں نے کہا۔ واللہ ہم ہرگز نہ ٹلیں گے۔ اور اپنا انتقام لینگے۔ یا اپنے بھائی کی طرح مر جائینگے۔ اس پر آپ نے ساتھیوں کو نظر اٹھا کر دیکھا۔ اور ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ان کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں۔

پندرھویں کڑی
کوفہ کے گورنر کی طرف سے ایک ہزار فوج کا آنا

قادسیہ سے جونہی آگے بڑھے۔ اور کوفہ سے دو منزل پر جا پہنچے۔ تو حُر بن یزید عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے ایک ہزار ہتھیار بند فوج لے کر آملا۔ اور ساتھ ہولیا۔ اس نے امام حسین رض سے کہا۔ کہ عبید اللہ بن زیاد نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ اور مجھے حکم دیا

ہے۔ کہ میں آپ سے جُدا نہ ہوں۔ یہاں تک کہ آپ کو اُس کے پاس لے چلوں۔ اور میں خدا کی قسم مجبور ہوں۔ امام حسین رضؓ نے فرمایا۔ کہ میں خود کوفہ کی طرف نہیں آیا۔ یہاں تک کہ مجھے کوفہ والوں کے بہت سے خطوط پہنچے ہیں۔ اور میرے پاس ان کے بہت سے قاصد آتے ہیں۔ اور تم کوفے کے رہنے والے ہو۔ اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو۔ تو میں تمہارے شہر میں جاؤنگا ورنہ لوٹ کر چلا جاؤں گا۔ اس پر حُرؓ نے کہا۔ آپ کن خطوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ہمیں ایسے خطوں کا کوئی علم نہیں۔ امام حسین رضؓ نے عقبہ بن سلام کو حکم دیا کہ وہ دونوں تھیلے نکال لائے۔ جن میں کوفہ والوں کے خط بھرے ہیں۔ عقبہ نے تھیلے انڈیل کر خطوں کا ڈھیر لگا دیا۔ اس پر حُرؓ نے کہا۔ لیکن ہم وہ نہیں جنہوں نے یہ خط لکھے تھے۔ ہمیں تو یہ حکم ملا ہے۔ کہ آپ کو عبیداللہ بن زیاد تک پہنچا کر چھوڑیں۔ امام حسین رضؓ نے فرمایا کہ یہ موت سے پہلے ناممکن ہے۔ پھر آپ نے روانگی کا حکم دیا۔ لیکن مخالفین نے راستہ روک لیا۔ آپ نے فرمایا۔ تم کیا چاہتے ہو۔ حُر نے جواب دیا۔ میں آپ کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا۔ واللہ میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا۔ اس نے کہا۔ واللہ میں بھی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑونگا۔ جب گفتگو زیادہ بڑھی۔ تو حُر نے کہا۔ مجھے صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں۔ یہاں تک کہ آپ کو کوفہ پہنچا دوں۔ اگر آپ اسے منظور نہیں کرتے۔ تو ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ جاتا ہو۔ نہ مدینہ۔ بات زیادہ لمبی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ امام حسین رضؓ کوفہ کے راستہ سے ہٹ گئے۔

سولھویں کڑی

امام حسین رضؓ کا کوفہ کے راستہ سے ہٹ کر میدان کربلا میں اُترنا۔

میدان کربلا میں ۱۰۔ محرم ۶۱ھ کو جا اُترے۔ جب اس میدان میں اُترے تو اس کا نام دریافت فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اس کا نام کربلا ہے۔ تب آپ نے فرمایا۔ ھٰذَا مَوْضِعُ کَرْبٍ وَّ بَلَاءٍ۔ یعنی یہ تکلیف اور ہلاکت کی جگہ ہے۔ یہ مقام پانی سے دُور تھا۔ دریا میں اور اس میں ایک پہاڑی حائل تھی۔

سترھویں کڑی

حضرت امام حسین رضؓ کا واپس جانے کا ارادہ ظاہر فرمانا

دوسرے دن عمر بن سعد بن ابی وقاص کوفہ والوں کی چار ہزار فوج لے کر آپہنچا عبیداللہ بن زیاد نے عمر کو زبردستی بھیجا تھا۔ عمر کی خواہش تھی۔ کہ کسی طرح اس آزمائش میں نہ آتے۔ اور معاملہ رفع دفع ہو جائے۔ اُس نے آتے ہی امام حسین رضؓ کے پاس قاصد بھیجا۔ اور دریافت کیا۔ آپ کیوں تشریف لائے ہیں۔ آپ نے وہی جواب دیا۔ جو حُر بن یزید کو دے چکے تھے۔ یعنی تمہارے اس شہر کے لوگوں ہی نے مجھے بلایا تھا۔ اب اگر وہ ناپسند کرتے ہیں۔ تو میں لوٹ جانے کو تیار ہوں۔

اٹھارھویں کڑی

گورنر کوفہ کا یزید بن معاویہ کی بیعت پر اصرار اور حضرت امام کے پانی بند کرنے کا حکم

عمر بن سعد کو امام ممدوح کے اس جواب سے خوشی ہوئی۔ اس نے فوراً عبیداللہ بن زیاد کو خط لکھا۔ عبیداللہ بن زیاد نے جواب دیا۔ حسین رضؓ کو کہو کہ پہلے اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یزید بن معاویہ کی بیعت کریں۔ پھر ہم دیکھیں گے۔ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ حسین رضؓ اور اس کے ساتھیوں تک پانی نہ پہنچنے پائے۔ وہ پانی کا ایک قطرہ بھی پینے نہ پائیں۔ جس طرح عثمان رضؓ بن عفان پانی سے محروم رہے تھے۔ جب امام حسین رضؓ کے پاس وہ خط آیا۔ آپ نے اسے پڑھا۔ اور پھینک دیا اور قاصد سے فرمایا۔ میرے پاس اس کا جواب نہیں ہے۔ وہ قاصد لوٹ کر عبیداللہ بن زیاد کے پاس گیا۔ اس جواب سے اس کا غصہ اور بھڑکا۔ اس نے لوگوں کو جمع کیا۔ اور فوجیں تیار کیں اور ان کا سپہ سالار عمر بن سعد کو تجویز کیا۔ جو رے کا حاکم تھا۔

اُنیسویں کڑی

گورنر کوفہ کے جرنیل فوج کا حضرت امام کے ساتھ لڑنے سے انکار پھر ایک دھمکی سے آمادہ ہو جانا

عمر بن سعد نے امام حسین رضؓ کے مقابلے میں لڑنے سے پہلوتہی کی۔ تب عبیداللہ بن زیاد نے اس سے کہا۔ یا تو لڑنے کو جا یا رے کی حکومت سے دستبردار ہو جا۔ اور اپنے گھر جا بیٹھ۔ عمر بن سعد نے رے کی حکومت کو ترجیح دی۔ اور امام حسین رضؓ سے لڑنے کے لئے فوجوں سمیت چل نکلا۔ عبیداللہ بن زیاد ایک ایک سردار کی معیت میں تھوڑا تھوڑا لشکر جمع کر کے بھیجتا رہا۔ یہاں تک کہ عمر بن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار اور پیادے جمع ہو گئے۔ اور دریائے فرات کے کنارے پر جا اُترے۔ اور امام حسین رضؓ اور پانی کے درمیان رُکاوٹ کر دی۔ عمر بن سعد کے لشکر میں زیادہ تر وُہی لوگ تھے جنہوں نے امام حسین رضؓ سے خط و کتابت کی تھی۔ اور ان سے مسلم بن عقیل کے ذریعہ سے بیعت بھی کر چکے تھے۔ جب امام حسین رضؓ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ان سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں۔

بیسویں کڑی

حضرت امام رضؓ کا اپنے لشکر کے گرد خندق کھدوانا

امام حسین رضؓ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔ کہ اپنے لشکر کے گرد ایک خندق کھودیں۔ اور ایک ہی دروازہ اس خندق کا رکھا جائے۔ تاکہ اس دروازے سے نکل کر لڑ سکیں۔

اکیسویں کڑی

عمر بن سعد کے لشکر کا حرکت میں آنا اور امام حسین رضؓ کو نرغہ میں لینا

[illegible] عمر بن سعد نے اپنے

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس ذکر

منعقدہ ۳ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق یکم اگست ۱۹۵۷ء

حصہ بقدر جثہ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ۔ اما بعد

عرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جمعرات کو میں اصلاح حال کیلئے جو وہ توفیق عطا فرماتا ہے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں ۔ آپ میرے لئے دعا کریں ۔ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کے مطابق اپنی اصلاح حال کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین ۔ مسلمانوں کی اکثریت کی تو اصلاح قال بھی نہیں ہوتی ۔ اصلاح قال نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں آتا ۔ نہ آپس میں بات کرنے کا سلیقہ آتا ہے ۔ نہ چھوٹوں سے اور نہ بڑوں سے بات کرنے کا سلیقہ آتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ سے عرض معروض کرنے کا سلیقہ آتا ہے ۔ یہ شکایت عام ہے بعض اوقات دیہاتی اپنے بچے کو ماں کی گالی دیتے ہیں ۔ اگر باپ گالی دے گا ۔ تو بیٹا بھی گالی سیکھے گا بعض لوگوں کا تکیہ کلام ہی گالی ہوتا ہے ۔ وہ پہلے گالی دیتے ہیں اور پھر بات کرتے ہیں ۔ مسلمانوں کی اکثریت تو اس قسم کی ہے ۔ تعلیم جدید یا تعلیم قدیم کے تعلیم یافتہ کی اصلاح قال تو ہو جاتی ہے ۔ مگر اصلاح حال ان کی بھی نہیں ہوتی جب تک کسی کامل کی صحبت میں مدت مدید تک رہ کر اپنی تربیت نہ کرائیں ۔ آج صبح گاڑی کا واقعہ ہے ۔ میرے ڈبہ میں دو اور صاحب تھے ۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک صاحب بیرسٹر ہیں اور دوسرے صاحب کے متعلق معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا ہیں ۔ وہ بھی اسی طرح کے تھے ۔ رات کو دیر تک باتیں کرتے رہے ۔ صبح اٹھ کر بھی باتیں کرنے لگے ۔ مگر نماز نہیں پڑھی ۔ بیرسٹر صاحب جب تک جاگتے رہے ۔ ایک منٹ بھی چپ نہیں لگے ایک ہندوستانی اور دوسرے بیرسٹر ۔ نہایت شستہ زبان میں گفتگو کرتے تھے ۔ دہلی کی بھنگنیں ایسی زبان بولتی ہیں کہ پنجاب کے لکھے پڑھے بھی ایسی اردو نہیں بول سکتے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر انسان کے ساتھ چار فرشتے ہیں دو دن کے اور دو رات کے ۔ فجر اور عصر کی نماز کے وقت ان کی ڈیوٹی بدلتی ہے ۔ وہ جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں ۔ کیف ترکتم عبادی (میرے بندوں کو تم کس حالت میں چھوڑ کر آئے ہو) یہ کار خاص والے فرشتے ہیں ۔ جو بارگاہ الٰہی میں روزانہ دو دفعہ ہر انسان کے متعلق رپورٹ پیش کرتے ہیں ۔ وہ جب آئے تب بھی اگر کوئی شخص غافل ہو اور جب گئے تب بھی غافل چھوڑ کر گئے ۔ تو اللہ تعالیٰ اس شخص سے کس طرح خوش ہو سکتے ہیں ۔

یہ تو جدید تعلیم کے تعلیم یافتہ ہیں علما کا بھی یہی حال ہے ۔ کسی نے کہا ہے ۔ ملا آں باشد کہ چپ نشود ۔ اگر ضدی ملا ہو تو مجال ہے کہ چپ رہے ۔ وہ ہر بات کی ایسی تاویل کرے گا ۔ کہ آپ کو ہرا دے گا ۔ ان کی بھی اصلاح حال نہیں ہوتی ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (سورہ البقرہ ۔ رکوع ۱۸ پارہ ۲)

ترجمہ :۔ تم مجھے یاد کرو ۔ میں تمہیں یاد کروں گا ۔ اگر اصلاح باطن ہو جائے ۔ اور پھر ذکر الٰہی کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اندر کوئی چیز آئی ہے ۔ میں عرض کر رہا تھا کہ اکثریت ان کی ہے جن کی اصلاح قال نہیں ہوئی ۔ جن کی اصلاح قال ہو چکی ہے ۔ ان میں پھر اکثریت ان کی ہے ۔ جن کی اصلاح حال نہیں ہوئی ۔ رونا اس بات کا ہے کہ اکثریت کو اس کا احساس بھی نہیں ۔ ایک شخص بیمار بھی ہوا اور اس کو اپنی بیماری کا احساس بھی نہ ہو ۔ تو اس سے بڑھ کر بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے احساس اس وقت ہوگا ۔ جب مرض غالب آ جائے گا ۔ اور پھر بستر سے اٹھنے کے قابل نہ رہے گا ۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

خوش قسمت وہ ہیں جو جلدی حکیم حاذق کے پاس پہنچ جاتے ہیں ۔ وہ احساس مرض کرا دیتا ہے ۔ ادھر بھی یہی حال ہے اکثریت مہلک روحانی امراض میں مبتلا ہے ۔ اور اس کا ان کو احساس بھی نہیں ۔ مہلک روحانی امراض عجب ۔ کبر ۔ ریا اور حسد وغیرہ ہیں ۔ ان کے متعلق میں پہلے مجالس ذکر میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں ۔ انگریزی دانوں اور ہمارے علماء کرام کی اکثریت ان امراض روحانی میں مبتلا ہے ۔ مدارس عربیہ میں طالبعلم ان امراض سے اس طرح عبور کر جاتے ہیں جس طرح رات کے وقت مسافر خیبر میل میں لاہور سے چل کر پشاور تک راوی ، چناب ، جہلم اور اٹک چاروں دریا عبور کر جاتا ہے ۔ مگر اس کو نہ ان کے طول نہ عرض اور نہ پانی کے عمق کا پتہ چلتا ہے ۔ اکثریت کو مہلک امراض روحانی کا احساس نہیں ۔ اس لئے اصلاح حال نہیں ہوتی ۔ یہ تو تمہید تھی ۔ آج میں کچھ اور عرض کرنا چاہتا ہوں ۔

ایک مشہور ضرب المثل ہے حصہ بقدر جثہ ۔ مثلاً چھوٹی مشک میں بمشکل ایک صراحی برابر پانی آتا ہے ۔ بڑی ہو تو اس میں سے تین چار صراحی پانی نکل آتا ہے ۔ غذا میں بھی یہی حال ہے ۔ موٹا تازہ آدمی زیادہ کھاتا ہے اور پتلا دبلا کم ۔ ادھر بھی یہی حال ہے ۔ اصلاح حال بھی اپنی استعداد کے مطابق ہادی کی صحبت میں ہوتی ہے ۔ جتنی کسی کے اندر استعداد ہوتی ہے ۔ کامل کی صحبت میں اتنی ہی اس کی اصلاح حال ہوتی ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سینکڑوں صحابہ کرام تھے ۔ ہر ایک نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق حضورؐ سے اخذ فیض کیا ۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے اندر جو استعداد تھی وہ کسی میں نہ تھی ۔ وہ پہلے دن ایمان لے آتے ہیں ۔ حضرت عمرؓ چھ سال بعد ایمان لاتے ہیں ۔ اس لئے ان کا نمبر صدیق اکبر کے بعد آتا ہے ۔ ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمرؓ میں کچھ ترش کلامی ہو گئی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم

ہوا۔ تو آپؐ نے حضرت عمرؓ کو ڈانٹا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس نے اس وقت میری تصدیق کی۔ جب تم سب نے مجھے جھٹلایا تھا۔ تم اس کو بھی نہیں چھوڑتے حضرت صدیقؓ کا دل پہلے ہی دن دھل گیا تھا۔ منافقین بھی حضورؐ کی صحبت میں رہتے تھے۔ مگر پتے کچھ نہیں پڑا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جب مرا تو حضورؐ نے اپنا پیرہن مبارک اس کے کفن کے لیئے عطا فرمایا۔ اور خود اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ میں مغفرت کی دعا کی جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے آپ کی دعا کو سختی سے رد فرمایا۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (سورۃ التوبہ رکوع ۱۰ پ ۱۰) ترجمہ: تو ان کے لیئے بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر تو ان کیلیئے ستر دفعہ بھی بخشش مانگیگا تو بھی اللہ تعالےٰ ان کو ہرگز نہیں بخشیگا) اس کلام کا زور عربی دان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ غیر عربی دان نہیں سمجھ سکتا۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی ہیں۔ اور آپ کے حضور میں رہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ اس لیئے آپ فرماتے ہیں کہ اگر ستر دفعہ سے زیادہ دعائے مغفرت کرنے سے اگر یہ بخشا جاتا تو میں زیادہ دفعہ بھی کرتا۔ اولیائے کرام کی صحبت میں بھی یہی ہوتا ہے۔ بعض ایسے عالم بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ کے پاس اب میں ذرا نیچے اُترتا ہوں۔

جب بیٹھتا ہوں تو دل چاہتا ہے کہ اُٹھ کر بھاگ جاؤں۔ بعض ایسے بھی ہیں کہ جن کا دل نہیں چاہتا۔ کہ ایک لمحہ کے لیئے بھی کامل کی صحبت سے دور ہوں۔ ان کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک کے ذروں میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں بھی نہیں ملتے۔ یہ موتی مرنے کے بعد قبر میں بھی ساتھ جائیں گے اور قبر کو جنت کا باغ بنا دیں گے۔ یہ میدان محشر میں بھی ساتھ جائیں گے اور جنت کا ٹکٹ دلائیں گے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے پانی پلا کر جنت میں پہنچائیں گے۔ تو اولیاء کے بعد بادشاہ کا تاج اُتار لیا جاتا ہے اور اس کو بیک بینی دو گوش قبر میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اگر بادشاہ سلامت کا تعلق باللہ درست نہیں تو قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی۔

مستفید اور مستفاد منہ دو لفظ ہیں۔ مستفید کے معنی ہیں فائدہ (فیض حاصل کرنے والا) مستفاد منہ کے معنی ہیں۔ جس سے فائدہ (فیض حاصل کیا جائے) دنیا میں کوئی فن ایسا بتلایئے۔ جس میں مستفید مستفاد منہ سے خاموشی میں اخذ فیض کر سکے۔ یہ کمال صرف اللہ والوں میں ہی نظر آتا ہے شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو۔ تو خاموشی میں بھی فیض اِدھر سے اُدھر آتا ہے۔ طالب صادق وہ ہے۔ جس کا عقیدت ادب اور اطاعت کی تین تاروں کے ذریعہ کامل کے دل سے تعلق ہو۔ دیدہ ہو تو سورج نکلنے کے بعد ہر چیز نظر آتی ہے۔ اگر دیدہ تیز ہو۔ تو یہاں سے جہانگیر کے مقبرے کے منار بھی نظر آتے ہیں۔ میں ڈلہوزی ایک ہی دفعہ گیا ہوں۔ چوہدری فضل الٰہی کی کوٹھی بہت ہی بلندی پر تھی۔ وہاں سے انھوں نے مجھے پانچوں دریا دکھلائے۔ صرف سفید ہی لکیریں نظر آتی تھیں۔ کسی کو سورج نکلنے کے بعد بھولا (پنجابی) پڑتا ہے۔ کوئی ایک فٹ کوئی پانچ فٹ کوئی دس فٹ تک دیکھ سکتا ہے اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہر ایک طلوع آفتاب کے بعد فائدہ اُٹھاتا ہے۔ اصلاح باطن کی بھی یہی مثال ہے جو کور باطن ہیں۔ جن کی باطن کی آنکھیں اندھی ہوں۔ وہ کامل کے پاس بیٹھ کر بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جیسے کسی کافر کی صحبت میں۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ۔ (سورۃ الحج رکوع ۱۳ پ ۱۷) ترجمہ: پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں) دیدہ ہو تو آنے سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی بندہ خدا آیا کسی نے ٹھیک کہا ہے کہ

ولی را ولی مے شناسد

اول تو شیخ کامل کا ملنا مشکل ہے۔ اگر مل جائے تو اس سے فیض حاصل کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔

ع　تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

کامل سے فیض حاصل کرنے کے لیئے عقیدت ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے میں نے اپنے دونوں مربیوں یعنی حضرت دین پوری اور امروٹیؒ کے ہاں بھی بد قسمت دیکھے۔ یہ وہی تھے جو عقیدت ادب اور اطاعت سے محروم تھے۔ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ عقیدت تھی اور نہ آپ کا ادب۔ اور اطاعت کرتے تھے وہ آپ کے دروازے سے بھی محروم ہی گئے۔ مثلاً عبداللہ بن ابی اور اُس کی پارٹی۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو پہلے تو امراض روحانی کا احساس عطا فرمائیے۔ اس کے بعد طبیب روحانی کی تلاش کی توفیق عطا فرمائیے۔ اگر مل جائے تو اس سے فیض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ تاکہ ہم قبر میں امراض روحانی سے شفایاب ہو کر جائیں۔ اگر امراض روحانی سے شفا نہ ہوئی تو انگریزی دانوں اور علماء سب کی قبریں جہنم کا گڑھا بن جائیں گی۔

ضروری تصحیح

ہفت روزہ خدام الدین شمارہ ۱۲ مورخہ ۲؍اگست ۱۹۵۵ء کے صفحہ ۱۷ پر وظائف و لطائف کے عنوان کے ماتحت ادائیگی قرض کے لیے مجرب دعا درج کی گئی تھی۔ دعا کے آخری جملہ کے اعراب درست کر لیئے جائیں وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ خیال رہے کہ غَلَبَةِ الدَّيْنِ کی بجائے غلطی سے غَلَبَةِ الدِّينِ لکھا گیا تھا۔ العیاذ باللہ

تنبیہ بے نمازاں

(از زوجہ محترمہ جناب حاجی محمد جان صاحب حیدرآباد)

بعد حمد پاک رب العالمین　　اور درودِ رحمۃ للعالمین
حال سن اپنا ذرا اے بے نماز　　کیوں رہا مالک کے فرمانے سے باز
تجھ کو سب ہر چند سمجھاتے رہے　　راہِ حق ہر وقت بتلاتے رہے
پر نہ اس کا کچھ ہوا تجھ پر اثر　　گرچہ تو تھا آشنائے خیر و شر
اس طرح بیہوش کیوں ہوتا ہے تو　　عمر اپنی مفت میں کھوتا ہے تو
کچھ نہ تو نے اپنے رب کی یاد کی　　عمر غفلت میں یونہی برباد کی
ڈر خدا سے کیا غضب کرتا ہے تو　　جاہ و حشمت پر ہی بس مرتا ہے تو
کچھ تو کر اعمال پر اپنے نظر　　آخرت کا پیش ہے تیرے سفر
اب تو سر اپنا جھکا اے بے نماز　　روبرو خالق کے با عجز و نیاز
سر جھکا جائے نہ تا دوزخ کو تو　　سر جھکا مالک سے تا ہو سرخرو
سر کو رکھ سجدے میں اور ہوشیار ہو　　خوابِ غفلت سے ذرا بیدار ہو
آ کھڑا ہو سر پہ عزرائیل جب　　بھول جائے گا تو یکلخت سب
سوئے خالق جائے تیری جان جب　　کام تیرے آئیگا ایمان تب
چھوڑ جائیگا یہاں اولاد و مال　　کیونکہ ان چیزوں کو ہے آخر زوال
جس گھڑی ہونے لگے تجھ کو عذاب　　خالق اکبر کو کیا دیگا جواب
جائیگا تو جب خدا کے روبرو　　کون رکھے گا تری واں آبرو
اہل جنت تب کرینگے یہ سوال　　آج کیوں اتنا ہوا تو سخت حال
دوزخی دوزخ میں یوں بولیں تمام　　بانمازوں میں نہیں تھا اپنا نام
ہم کو سب ہر چند سمجھاتے رہے　　ہم بہت سے عذر واں لاتے رہے
مانتے ہم کاش ان کی بات کو　　سر پہ ہم لیتے نہ ان آفات کو
اے مسلماں سن بگوش دل ذرا　　وقت پر کرنا نماز اپنی ادا

وقت سے ہرگز نہ کرنا درگزر　　کارِ دنیا پر نہ تو کرنا نظر
جب بھی مسجد میں مؤذن دے اذاں　　چھوڑ کر سب کام تو جانا وہاں
جو کوئی مسجد میں ہے داخل ہوا　　اس پہ پھر انعامِ حق نازل ہوا
جب چلے گا رب اکبر کے حضور　　اس گھڑی رحمت کا ہو تجھ پر ظہور
اے مسلماں مل کے چلنا تم سبھی　　دیکھنا تنہا نہ رہ جانا کبھی
ہے خدا راضی جماعت سے ضرور　　اس کی کوشش میں نہ کچھ کرنا قصور
سر جھکانے سے ہی ہے عزت وہاں　　بن جھکائے سر ٹھکانا ہے کہاں
یاد رکھنا حکم رب العالمین　　غیر کے در پر نہ سر رکھنا کہیں
غیر کے آگے نہ سر دینا جھکا　　اپنے مالک کو نہ کر لینا خفا
غیر کے آگے جو دے سر کو جھکا　　پھر نہ بخشے گا تجھے ہرگز خدا
پھر نہ کام آئے گی تیری نماز　　ہو اگرچہ اس میں سو عجز و نیاز
یعنی جو دل کو جھکائے گا کہیں　　اس کو دنیا میں کہیں عزت نہیں
ہاتھ سے اپنے نہ عزت دیجیو　　بندگی بس اک خدا کی کیجیو
ہر طرح حق پر بھروسہ کیجیو　　غیر کو دل میں جگہ مت دیجیو
غیر سے کرنا نہ تم ہرگز نیاز　　ہے نیاز اس کو ہی جو ہے بے نیاز
جو کرے حضرتؐ کے فرمانے پہ کام　　جنت الفردوس ہو اس کا مقام
دیکھیو حضرتؐ کا کہنا کیجیو　　دخل اپنی رائے کو مت دیجیو
جو بھی دے اپنی بناوٹ کو دخل　　وہ گیا حضرتؐ کی امت سے نکل
حکمِ حق سے جس نے کی چون و چرا　　بارگاہِ حق سے وہ راندہ گیا
اے خدائے دو جہاں پروردگار　　ہم گنہگاروں کا بھی بیڑا ہو پار
از طفیل حضرت خیر البشر　　دے رہائی ہم کو از نارِ سقر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دعوت و تبلیغ

(از جناب مولانا عبد الرشید صاحب لدھیانوی موھن پورہ راولپنڈی)

جس طرح ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ و رسولؐ پر ایمان لائیں اور ان کے بتلائے ہوئے نیکی اور پرہیزگاری کے اُس سیدھے اور روشن راستہ پر چلیں جس کا نام "اسلام" ہے- اسی طرح ہم پر یہ بھی فرض ہے کہ اللہ کے جو بندے اُس راستے سے بے خبر ہیں یا اپنی طبیعت کی بُرائی کی وجہ سے اُس پر نہیں چل رہے اُن کو بھی اُس سے واقف کرنے کی اور اُس پر چلانے کی کوشش کریں- یعنی جس طرح اللہ نے ہم پر یہ فرض کیا ہے کہ ہم اُس کے اچھے فرمانبردار عبادت گذار اور پرہیز گار بندے بنیں اسی طرح اس نے یہ بھی فرض کیا ہے کہ اس مقصد کے لئے ہم اُس کے دوسرے بندوں میں بھی کوشش کریں اس کا نام دین کی خدمت اور دین کی دعوت ہے-

اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ کام اتنا بڑا ہے- کہ اُس نے ہزاروں پیغمبر اس دُنیا میں اسی مقصد کے لئے بھیجے اور اُن پیغمبروں نے طرح طرح کی مصیبتیں اُٹھا کر اور دُکھ سہ کر دین کی خدمت و دعوت کا یہ کام انجام دیا اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے کوششیں کیں (اللہ تعالےٰ ان پر اور ان کا ساتھ دینے والوں پر بے حساب رحمتیں نازل فرمائے)

پیغمبری کا یہ سلسلہ خدا کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا- اور اللہ تعالےٰ نے انہیں کے ذریعہ اپنے اس خاص فیصلے کا اعلان بھی کرا دیا کہ دین کی تعلیم و دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے آئندہ اب کوئی نیا پیغمبر نہیں بھیجا جائیگا

بلکہ اب قیامت تک یہ کام انہیں لوگوں کو کرنا ہوگا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دینِ حق کو مان چکے ہیں اور ان کی ہدایت کو قبول کر چکے ہیں-

الغرض نبوّت و رسالت ختم ہونے کے بعد دین کی دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کی تمام تر ذمہ داری ہمیشہ کے لئے اب حضورؐ کی اُمّت کے سپرد کر دی گئی ہے- اور دراصل اس امت کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے- بلکہ قرآن مجید میں اسی کام اور اسی خدمت و دعوت کو اس اُمّت کے وجود کا مقصد بتلایا گیا ہے- گویا یہ اُمّت پیدا ہی اس کام کے لئے کی گئی ہے- ارشاد ہے

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ط (سورہ آل عمران رکوع ۱۲ پارہ ۴)

ترجمہ- تم ہی وہ بہترین جماعت ہو جو اس دُنیا میں دوسروں کی اصلاح کے لئے لائی گئی ہو- تم نیکی کا حکم کرتے ہو- بُرائی سے روکتے ہو- اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو-

اس آیت سے معلوم ہُوا کہ اُمّتِ محمدیّہ دُنیا کی دُوسری اُمّتوں اور جماعتوں میں اسی لحاظ سے ممتاز اور افضل ہے- کہ خود ایمان اور نیکی کے راستے پر چلنے کے علاوہ دوسروں کو . . . . بھی نیکی کے راستے پر چلانے اور بُرائیوں سے بچانے کی کوشش کرنا اس کی خاص خدمت اور ڈیوٹی ہے اور اسی لئے اس کو "خَيْرَ أُمَّةٍ" قرار دیا گیا ہے- اِس سے یہ بھی معلوم ہو گیا- کہ یہ اُمّت اگر دین کی دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کا یہ فرض ادا نہ کرے تو وہ اس فضیلت کی مستحق نہیں- بلکہ مجرم اور قصور وار ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اتنے بڑے کام کی ذمہ داری اس کے سپرد کی اور اُس نے اس کو پُورا نہیں کیا- اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی بادشاہ سپاہیوں کی کسی جماعت کو شہر میں اس غرض سے تعینات کرے کہ وہ بُرائیوں اور بدمعاشیوں کو روکیں- لیکن وہ سپاہی اس خدمت کو انجام نہ دیں- بلکہ خود بھی وہ سب جرائم اور بدمعاشیاں کرنے لگیں- جن کی روک تھام کے لئے بادشاہ نے ان کو مقرّر کیا تھا- تو ظاہر ہے یہ مجرم سپاہی انعام یا نوکری پانے کے مستحق تو کیا ہوتے سخت سزا کے قابل ہونگے- بلکہ اگر اُن کو دُوسرے مجرموں اور بدمعاشوں سے زیادہ سزا دی جائے تو بیجا نہ ہوگا

افسوس اس وقت اسلامی اُمّت کا حال یہی ہے کہ دین کی خدمت و دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کا کیا ذکر خود اُن میں دس پانچ فی صدی سے زیادہ ایسے نہیں رہے ہیں جو صحیح معنی میں مومن و مسلم ہوں- نیکیاں کرتے ہوں اور بُرائیوں سے بچتے ہوں- ایسی حالت میں ہمارا سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ دین کی دعوت اور اصلاح و ہدایت کا کام پہلے اس اُمّت ہی کے اُن طبقوں میں کیا جائے- جو دین و ایمان اور نیکی و پرہیزگاری کے راستے سے دُور ہو گئے ہیں- قرآن مجید

میں اس کام (یعنی تبلیغ) کو جہاد بھی کہا گیا ہے۔ بلکہ "جہاد کبیر" یعنی بڑا جہاد بتلایا گیا ہے۔ سورہ فرقان کی آیت وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيرًا کے متعلق مفسرین کی عام رائے یہی ہے۔ کہ اس سے تبلیغ و دعوت مراد ہے۔

اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اگر یہ کام خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ اور محض اللہ کی رضامندی کے لئے کیا جائے تو یقیناً اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا جہاد ہے۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد صرف اس جنگ کا نام ہے جو دینی اصول و احکام کے مطابق اللہ کے راستے میں لڑی جائے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ دین کی دعوت اور بندگانِ خدا کی اصلاح و ہدایت کے لئے جس وقت جو کوشش کی جاسکتی ہو وہی اس وقت کا خاص جہاد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد قریباً تیرہ ۱۳ برس مکہ معظمہ میں قیام فرما رہے۔ اس پوری مدت میں آپؐ کا اور آپؐ کے ساتھیوں کا جہاد یہی تھا۔ کہ مخالفتوں اور طرح طرح کی مصیبتوں کے باوجود خود دین پر مضبوطی سے جمے رہے۔ اور دوسروں کی اصلاحِ ہدایت کی کوشش کرتے رہے۔ اور بندگانِ خدا کو خفیہ و علانیہ دین کی دعوت دیتے رہے۔

الغرض اللہ سے غافل اور راستے سے بھٹکے ہوئے بندوں کو اللہ سے ملانے کی اور صحیح راستے پر چلانے کی کوشش کرنا اور اس راہ میں اپنا پیسہ خرچ کرنا اور وقت اور چین اور آرام قربان کرنا یہ سب اللہ کے نزدیک "جہاد" ہی میں شمار ہے بلکہ اس وقت کا خاص جہاد یہی ہے۔

اس کام کے کرنے والوں کو آخرت میں جو اجر و ثواب ملنے والا ہے اور نہ کرنے والوں کے لئے اللہ کی لعنت غضب کے جو خطرے ہیں اُن کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل حدیثوں سے ہوسکتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص لوگوں کو صحیح راستے کی دعوت دے اور نیکی کی طرف بلائے تو جو لوگ اس کی بات مان کر جتنی نیکیاں اور بھلائیاں کریں گے۔ اور اُن نیکیوں کا جتنا ثواب اُن کرنے والے کو ملیگا اتنا ہی ثواب اس شخص کو بھی ملے گا۔ جس نے ان کو نیکی کی دعوت دی۔ اور اس کی وجہ سے خود نیکی کرنے والوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔"

جوانی میں عدم کے واسطے سامان کر غافل
مسافر شب سے اُٹھتے ہیں جو جانا دور ہوتا ہے

بقیہ خطبہ جمعہ صفحہ ۸ سے آگے

بقیہ خطبہ جمعہ صفحہ ۸ سے آگے

لشکر کو حرکت دی۔ جب لشکر قریب پہنچا۔ تو انہوں نے امام حسینؓ کو نرغے میں لے لیا۔ اور لڑائی شروع کر دی۔

بائیسویں کڑی

حضرت امام کے پچاس آدمیوں کا قتل ہونا

امام حسینؓ کے ساتھیوں میں سے ایک ایک قتل ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے تقریباً پچاس آدمی قتل ہوگئے۔

تئیسویں کڑی

امام حسینؓ کی صدا پر حر بن یزید کا مدد کے لئے آنا

عین لڑائی کے وقت میں امام حسینؓ نے چیخ کر فرمایا۔ آیا کوئی خدا واسطے فریاد رس ہے۔ آیا کوئی رسول اللہ کے حرم کو بچانے والا ہے۔ یہ سُن کر حُر بن یزید (جس کا پہلے ذکر آچکا ہے) اپنے گھوڑے پہ امام کی طرف آیا۔ اور آکر کہا۔ اے رسول اللہ کے بیٹے سب سے پہلے میں ہی تیرے ساتھ لڑنے کے لئے آیا تھا۔ اور اب میں ہی تیری جماعت میں آگیا ہوں۔ تاکہ تیری ہی مدد میں قتل کیا جاؤں شاید کہ کل کو تیرے نانا کی شفاعت نصیب ہو۔ اس کے بعد اس نے عمر بن سعد کے لشکر پہ حملہ کیا۔ اور اس وقت تک لڑتا رہا۔ جب تک شہید نہیں کیا گیا۔ اور

چوبیسویں کڑی

حضرت امام کے سارے ساتھی شہید ہوگئے اس کے بعد آپ نے تنہا دشمنوں کا مقابلہ کیا اور جام شہادت پی کر روح مبارک جنّت میں جا پہنچی

پھر اس قدر سخت لڑائی ہوئی کہ حضرت امام کے سارے ساتھی شہید ہوگئے۔ اس کے بعد امام ممدوح ننگی تلوار ہاتھ میں لیکر تنہا مقابلے کے لئے میدان میں آئے۔ اور دشمنوں سے لڑتے رہے۔ اور جو شخص بھی آپ کی طرف آیا۔ اسے قتل کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ اور آپ کو ان زخموں اور تیروں نے چور چور کر ڈالا جو ہر طرف سے آرہے تھے۔ اس وقت شمر ذی الجوشن اپنی فوج سمیت آگے بڑھا۔ امام حسینؓ نے للکارا کر فرمایا اے شیطان کی جماعت میں تم سے لڑتا ہوں۔ تم مستورات کو کیوں چھیڑتے ہو کیونکہ وہ تو تم سے نہیں لڑ رہیں۔ تب شمر نے اپنی فوج سے کہا۔ عورتوں سے باز آجاؤ۔ اور اسی شخص کا مقابلہ کرو۔ پھر سب نے امام حسینؓ پر تیروں اور نیزوں سے حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ امام حسینؓ زمین پر شہید ہوکر گرے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔ باقی باقی

واقعہ کربلا کا رنج و الم

ہر کلمہ گو خواہ وہ شیعہ ہو یا سُنّی اس وحشتناک اور درد انگیز واقعہ سے بے انتہا رنج و الم ہے۔ کوئی نہیں جو امام حسینؓ کی مظلومیت سے مغموم نہ ہو۔ اور اس کا دل ان مظالم کو سُن کر مضطرب اور پریشان نہ ہو۔ تیرہ سو سال گزرنے کے باوجود اس اندوہناک درد انگیز۔ مصیبت خیز۔ پریشان کن دل ہلا دینے والے واقعہ کو بھولنے نہیں پائے شیعہ صاحبان کے علاوہ سُنیوں کی کتابیں بھی اس خونی واقعہ کی یاد تازہ اپنے سینوں میں رکھتی ہیں۔ اور ہر پڑھنے والے کے دل کو غم کدہ بنا دیتی ہیں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اولاد کی تربیت کے لئے پہلا مدرسہ

اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ میں اپنے بچے کو دینی تعلیم و تربیت کے لیے کس مدرسہ میں داخل کروں تو میں اس سے سوال کروں گا۔ کہ اب تک بچہ جس مدرسہ میں تعلیم و تربیت حاصل کر رہا تھا۔ اس میں اس نے اب تک کیا حاصل کیا ہے؟ اگر اس مدرسہ سے اس نے پورا فائدہ اُٹھایا ہے۔ تو انشاء اللہ دوسرے مدارس سے بھی وہ زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائے گا۔ اور اگر پہلے مدرسہ سے اُسے پورا فائدہ نہیں پہنچا ہے۔ تو دوسرے مدرسہ میں فائدے سے محروم رہنے پر آپ مدرسہ کی شکایت نہ کیجئے

لوگ اس بات کو بھول جاتے ہیں۔ کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اسی وقت سے وہ پہلے مدرسہ کے ابتدائی درجہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس وقت سے لے کر ۵، ۶ سال کی عمر تک تعلیم و تربیت کا بہترین دور ہوتا ہے۔ حدیث نبوی ہے

السعید من سعد فی بطن اُمّہ والشقی من شقی فی بطن امہ

ترجمہ۔ سعید وہ ہوتا ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں سعادت حاصل کر لیتا ہے اور بدنصیب وہ ہوتا ہے جو شکم مادر میں شقاوت حاصل کر لیتا ہے۔

جب بچہ شکم مادر میں ہوتا ہے۔ اسی وقت سے وہ ماں کے خیالات، جذبات اور اعمال سے متاثر ہونے لگتا ہے۔ ماں جو کچھ کہتی ہے، جو دیکھتی ہے۔ اور سنتی ہے اور جو کرتی ہے سب چیزوں کا اثر بچہ کے اخلاق عادات پر پڑتا ہے، اگر اس زمانہ میں ماں بکثرت لڑتی جھگڑتی رہے تو بچہ چڑچڑے مزاج کا پیدا ہوگا، اور اگر نرم خوئی کا طریقہ اختیار کرے تو اولاد بھی نرم خو ہوگی۔ دوسرے عادات و خصائل کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے یا اس کی سیرت پر صرف اسی بات کا اثر ہوتا ہے۔ بعض اوقات اس کے خلاف بھی دیکھنے میں آتا ہے۔ اور اس کے علاوہ دوسرے اسباب بھی اس پر اثر کرتے ہیں۔ لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ ان چیزوں کا بھی اچھا خاصا اثر ہوتا ہے۔ اور اکثر و بیشتر ہوتا ہے، اس کے خلاف شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتا ہے۔

بچہ ماں کی گود میں آتا ہے۔ یہ اس کے مدرسہ کا دوسرا درجہ ہے۔ اب اس کا ساتھ صرف ماں کا نہیں ہوتا۔ بلکہ باپ بھائی بہن وغیرہ دوسرے اشخاص کا بھی ہوتا ہے۔ اب وہ سب سے کچھ نہ کچھ اثر لیتا ہے، دودھ پیتا بچہ بظاہر نہ کچھ سمجھتا ہے نہ پوچھتا ہے۔ لیکن کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس کا دماغ اس زمانہ میں بالکل بیکار رہتا ہے؟ کچھ زمانہ کے بعد بچہ باتیں کرنے لگتا ہے۔ بولنے کی قوت الفاظ کا اچھا خاصا ذخیرہ چاہتی ہے۔ یہ ذخیرہ کیا ایک دو دن میں اکٹھا ہو گیا ہے؟ یہ بات بہت آسانی سے سمجھی جا سکتی ہے۔ کہ پیدائش سے لے کر بولنے کے زمانہ تک بچہ کا دماغ برابر کام کرتا رہتا ہے۔ اس عرصہ میں وہ جو کچھ دیکھتا اور سنتا ہے اُسے دماغ میں جمع کرتا رہتا ہے۔ انسان کا حافظہ جس قدر قوی اس کی ابتدائی عمر میں ہوتا ہے اتنا قوی کبھی نہیں ہوتا۔ جب یہ ذخیرہ ضروری مقدار میں جمع ہو جاتا ہے تو بچہ بولنے لگتا ہے۔ اگر کسی بچہ کے سامنے اس کی شیر خوارگی کے زمانہ میں بالکل گفتگو نہ کی جائے۔ تو وہ اچھی خاصی عمر میں بھی بولنے بات کرنے پر قادر نہ ہوگا۔ آپ نے سُنا ہوگا کہ بعض اوقات بھیڑیا کسی بچہ کو اُٹھا لے جاتا ہے۔ اور اس کی پرورش کر لیتا ہے، ایسے بچے جوان ہو کر بھی بات چیت نہیں کر سکتے۔ اور سوا چند بے معنی آوازوں کے کوئی لفظ مُنہ سے نہیں نکال سکتے، اس سے آپ یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ بچہ الفاظ کے اس ذخیرہ کو خرچ کرتا ہے جو وہ اپنی پیدائش کے بعد سے ایک زمانہ تک سُن سُن کر جمع کرتا رہتا ہے۔

میں نے یہ تفصیل اس لئے کی ہے کہ ہم بچوں کے متعلق اپنی ذمہ داری کا احساس کریں۔ اور اس کے سامنے اپنی زبان پر قابو رکھیں۔ کسی شیر خوار بچہ کے سامنے بھی کوئی خلاف شریعت یا بے حیائی کی بات زبان سے نہ نکالیں نہ اس کے سامنے کوئی ایسی حرکت کریں جو گناہ یا بے حیائی میں داخل ہو۔

بچہ کی اصل تعلیم کا زمانہ ۵، ۶ سال کی عمر تک ختم ہو جاتا ہے۔ اس عرصہ میں اس کا ننھا اور نازک دماغ کوئی نہ کوئی رُخ اختیار کر لیتا ہے اس کے ذہن میں ایک خاص نقشہ بن جاتا ہے۔ پھر ساری عمر کی تعلیم و تربیت اسی رُخ پر ہوتی ہے۔ اور اسی نقشہ میں رنگ بھرتی ہے۔ حق تعالےٰ نے ہمارے اوپر یہ ذمہ داری ڈالی ہے۔ کہ ہم اپنی جان کے ساتھ اپنے اہل و عیال کی جان بھی جہنم سے بچائیں حق تعالےٰ فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ـ

اے ایمان والو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جان اس جہنم سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

اپنی اولاد سے بڑھ کر کوئی عزیز ہو سکتا ہے؟ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ہم اسے جہنم سے بچانے کی کوشش نہ کریں۔ بچہ کا پہلا مدرسہ جو بالکل قدرتی ہوتا ہے اور جس کے معلم والدین ہوتے ہیں جن سے زیادہ شفیق اُستاد کوئی نہیں ہو سکتا، اس میں اگر بچہ سعادت مند نہ ہو گیا تو اس کا سدھرنا ناممکن تو نہیں مگر بہت دشوار ہو جاتا ہے۔

بچوں کی تربیت کے بارے میں والدین کی اس ذمہ داری کو دیکھو اور اس کے ساتھ ان کی عام روش پر نظر کرو تو سخت حیرت ہوگی۔

عام طور پر والدین ان باتوں کا کوئی لحاظ نہیں رکھتے۔ بچوں کے سامنے گناہوں اور نافرمانیوں کے تذکرے کرتے ہیں۔ سینما اور تھیئٹر کے حیا سوز واقعات بیان کرتے ہیں۔ غیبت، جھوٹ، افترا، بدزبانی، بددیانتی، بیجا لڑائی جھگڑے، فاسق فاجر لوگوں یا خلاف دین باتوں کے تذکرے یہ سب باتیں بچوں کے سامنے کرتے ہیں۔ اسی طرح مشرکانہ حرکات مثلاً مزاروں پر چادریں اور چڑھاوے چڑھانا، منتیں ماننا، بزرگوں کی دُہائیاں دینا، خوشی یا غم کے موقع پر آپے سے باہر ہوکر خلاف شریعت اور مشرکانہ رسوم کا انجام دینا، اپنے اور بچوں کے حق میں کانٹے بونا ہے۔ ان کے ننھے سے دل و دماغ پر ان سب چیزوں کا بہت بُرا اثر ہوتا ہے۔ اور ان کی سمجھ میں ایک ٹیڑھاپن پیدا ہو جاتا ہے۔ جو اکثر ساری عمر زائل نہیں ہوتا۔ بچہ ایک امانت ہے جو ماں باپ کے سپرد کی گئی ہے اس کے متعلق قیامت کے دن ان سے سخت باز پُرس ہوگی۔ حدیث میں ہے۔

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ

تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے۔ اور ہر ایک سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ جس کی ذمہ داری اس پر عائد ہے۔

اگر ہمیں اپنی اولاد کی اصلاح منظور ہے تو یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی زبان اور اپنے افعال و حرکات سب پر قابو رکھیں، شیر خوار بچے کے سامنے بھی کوئی خلاف شریعت بات زبان سے نہ نکالیں نہ کوئی ایسی حرکت کریں بلکہ اس کے بجائے اچھے تذکرے، دین کی باتیں، اللہ والوں کے حالات ہماری زبان پر رہیں۔ توحید و سنت نبویؐ کا بیان کریں۔ جنت و دوزخ کی باتیں کریں، نماز و روزہ کا ذکر چھیڑیں۔ خود نیک اعمال میں مصروف رہیں۔ رہن سہن کے طریقے اسلامی اختیار کریں۔ یہی راستہ ہے جو سعادت و کامیابی کی طرف لے جاتا ہے۔ (ماخوذ از ماہنامہ رضوان لکھنؤ)

فضیلت یوم عاشورا

(از جناب ضیاء الدین صاحب خطیب جامع مسجد والا فیکٹری)

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت ہر وقت برستی رہتی ہے۔ کوئی دامن بھرنے والا ہو۔ لیکن بعض اوقات یہ رحمت جوش اور ٹھاٹھیں مارتی ہوئی برستی ہے۔ مثلاً رمضان مبارک کے ماہ میں اور لیلۃ القدر کی رات میں اور جمعہ کے دن میں اور عشرہ ذی الحجہ کو یہ خاص مواقع رحمتِ خداوندی کے ہیں۔ انہیں میں سے یوم عاشورا (دسویں محرم کی) ہے۔ قرآن پاک نے اس ماہ کو اربعہ حرم میں داخل کرکے اس کی شان واضح فرما دی۔ اور اسی ماہ (محرم) میں یوم عاشورا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف غنیۃ الطالبین صفحہ ۶۷۴ میں فضیلت یوم عاشورا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آسمانوں کو عاشورا کے دن پیدا فرمایا ہے۔ اور پہاڑوں کو بھی عاشورا کے دن اور دریا کو بھی عاشورا کے دن۔ اور قلم کو بھی عاشورا کے دن اور لوح کو بھی عاشورا کے دن۔ اور آدمؑ کو عاشورا کے دن۔ اور جنت میں آدم علیہ السلام کو عاشورا کے دن داخل کیا۔ اور ابراہیم علیہ السلام عاشورا کو پیدا ہوئے۔ اور فرعون بھی عاشورا کے دن غرق ہُوا ہے۔ غرضیکہ بڑی تفصیل کے ساتھ اس کی فضیلت اُوپر سے چلی آرہی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے روایات سے خوب تحقیق کی ہے۔ جو قابل دید ہے۔

یہ روزہ کب سے شروع ہُوا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ پہنچے تو یہود عاشورا کا روزہ رکھتے تھے۔ تو آپ نے وجہ پوچھی۔ تو اُنہوں نے کہا۔ یہ وہ دن ہے کہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اور بنی اسرائیل کو فرعونیوں کے اُوپر فتح نصیب فرمائی تھی۔ ہم تعظیم کے لئے روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہم ان سے موسےٰ کے اتباع کے زیادہ حقدار ہیں۔ پس آپؐ نے روزہ کا حکم دیا۔

حضرت عروہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ قریش جاہلیت میں بھی عاشورا کے دن روزہ رکھتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکہ معظمہ میں عاشورا کے دن روزہ رکھتے تھے۔ پس جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے۔ اب جس کی مرضی ہو عاشورا کا روزہ رکھے یا نہ رکھے۔ غنیۃ الطالبین صفحہ ۶۹۰

اللہ تعالےٰ ہمیں بدعات سے بچائے اور سنت نبویؐ کے اُوپر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ

حسنینؓ کا جو دم بھرتا ہے۔ اشرار سے پھر کیوں ڈرتا ہے
یا حسینؓ کا نام نہ لے یا شوق شہادت پیدا کر
(اقبالؒ)

اسوۂ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

از صوفی محمد شفیع عمرالدین صاحب میرپور خاص

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

۱۔ حضرت سیدنا امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں ۵/۴ شعبان ۴ھ کو ہوئی اور کربلا میں ۱۰ محرم ۶۱ھ کو حق اور صداقت کے لئے جام شہادت نوش فرما کر ثابت کر دیا کہ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (الانعام آیت ۱۶۲)

ترجمہ:۔ کہدو بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لئے ہے۔ جو سارے جہان کا پالنے والا ہے

اب ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم بھی اپنی زندگیاں اسی نصب العین کے لئے وقف کر دیں۔

۲۔ بروایت حضرت انس رضؓ آپؓ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔ (مشکوٰۃ)

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ حسنؓ اور حسینؓ نوجوان جنتیوں کے سردار ہیں۔ (مشکوٰۃ)

نیز آپ سرکارؐ نے فرمایا ہے حسنؓ اور حسینؓ میری دنیا کے پھول ہیں (مشکوٰۃ)

حضرت سرکار دو عالمؐ سے پوچھا گیا کہ اہل بیت میں آپ کو کون سب سے پیارا ہے۔ آپ نے فرمایا حسنؓ اور حسینؓ (مشکوٰۃ)

آپ سرکارؐ کی ان حضراتؓ سے محبت کا ایک واقعہ حدیث میں اس طرح مذکور ہے کہ آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک حسنؓ اور حسینؓ آ گئے۔ جو چلتے تھے اور گر گر پڑتے تھے۔ آپ سرکارؐ منبر سے اترے اور دونوں بچوں کو گود میں اٹھا لیا اور لا کر سامنے بٹھا لیا اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔ دیکھئے میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ یہ چلتے ہیں اور گر گر پڑتے ہیں۔ تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ میں نے خطبہ چھوڑ دیا اور ان دونوں کو گود میں اٹھا لیا۔ (مشکوٰۃ)

یہ چند حدیث کے واقعات اس بات پر گواہ ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؓ سے بڑی محبت تھی اور اسی اسوۂ حسنہ نبوی کی بنا پر اہل ایمان کے قلوب میں آپ کی محبت جاگزین ہے۔ مگر یہ محبت ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی۔ کہ شریعت کے باہر قدم رکھا جائے۔ حدیث میں چہرے کو پیٹنا۔ گریبان پھاڑنا اہل کفر کی مانند واویلا کرنا منع ہے۔ مومن کا وظیفہ ہر مصیبت کے موقعہ پر یہی ہے کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہے اور صبر کر کے ثواب کا حقدار بنے

حضرت سیدنا امام حسینؓ کی محبت کا تقاضا تو دراصل یہ ہے کہ ہم اپنے کردار کو آپکی سیرت کے سانچے میں ڈھالیں۔

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جس وقت کھجوریں کاٹی جاتی تھیں۔ اسی وقت آپ کے پاس (زکوٰۃ کی کھجوریں) لائی جاتی تھیں۔ ادھر ایک شخص لاتا۔ ادھر دوسرا شخص لاتا۔ یہاں تک آپ کے پاس کھجوروں کا ڈھیر لگ جاتا۔ ایک روز (حضرت) حسنؓ و حسینؓ کھجوروں سے کھیلنے لگے۔ اور کھیلتے کھیلتے ایک صاحبزادے نے ایک کھجور لے کر منہ میں رکھ لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا۔ فوراً ان کے منہ میں سے نکال لی اور فرمایا۔ کیا تم کو علم نہیں کہ محمد کی اولاد زکوٰۃ کا مال نہیں کھاتی (بخاری شریف باب زکوٰۃ)

اس مثال سے واضح ہے کہ آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن ہی سے ان کی اعلےٰ ترین تربیت کی طرف توجہ فرمائی۔ اس مثال سے ہر صاحب اولاد کو سبق لینا چاہیئے کہ اپنی اولاد کی دینی تعلیم کا بچپن سے ہی خیال رکھے۔

صحابہ کرامؓ عشر کی ادائیگی کرتے رہے کیونکہ نقد روپیہ اور زیورات وغیرہ کی زکوٰۃ کی طرح اس کا ادا کرنا بھی واجب ہے۔ موجودہ دور کے کاشتکاروں کو عشر کی ادائیگی باقاعدہ کرنی چاہیئے۔

۴۔ آپؓ کی عبادت کا شوق و ذوق اس سے ظاہر ہے کہ آپؓ نے پچیس حج پیدل کیئے۔ (جواہر علویہ)

اور آپ کی نماز کا یہ حال تھا کہ فرائض پنجگانہ کے علاوہ نوافل نماز کا اتنا اہتمام تھا کہ ساری ساری رات نوافل پڑھتے رہتے۔ (ماہانہ مولوی دہلی۔ مارچ ۱۹۳۵ء)

ہمیں آپ کے اس اسوۂ حسنہ سے یہ سبق لینا چاہیئے کہ کم از کم فریضہ پنجگانہ ہم سے کبھی نہ چھوٹے اور غلط راستہ اختیار کر کے صراط مستقیم سے ہم کبھی نہ بھٹکیں۔

۵۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے جنتی متقیوں کے جو اوصاف حمیدہ بیان فرمائے ہیں۔ ان میں یہ بھی ہے۔

وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (آل عمران آیت ۱۳۴)

ترجمہ:۔ اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔ اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

اس حکم قرآنی پر آپ کا عمل اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آپؓ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ کنیز ایک گرم شوربے کا پیالہ لائی جو اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر آپ کے کپڑوں پر گر گیا۔ کپڑے تر ہو گئے۔ کنیز فوراً پکار اٹھی۔ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ۔ آپؓ نے سنکر فرمایا میں نے غصہ کو ضبط کیا۔ کنیز نے پھر کہا۔ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے معاف کیا۔ وہ پھر بولی وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ط یہ سنکر معافی کے ساتھ آپ نے اسکے آئندہ اخراجات کی بھی ذمہ واری اپنے اوپر لے لی (ماخوذ از رسالہ مولوی دہلی مارچ ۱۹۳۵ء)

اس مثال میں ہمارے لئے بڑا سبق ہے۔ غصہ بری بلا ہے اور خصوصاً اس کا ضبط کرنا اس وقت بڑا مشکل ہے۔ جب کمزور اور ماتحت پیدا رہا ہو۔ ہمیں آپکی یہ بلند پایہ مثال غصے کے ہر موقعہ پر زیر نظر رکھنی چاہیئے اور غصہ ضبط کر لینا چاہیئے آپؓ کی عمل بالقرآن کی یہ حالت تھی کہ قرآن شریف کے ہر حکم پر آمنا و صدقنا کہا۔ ہمارے سامنے بھی جب اللہ تعالےٰ کا کوئی حکم آ جائے تو ہمیں بھی بے چون و چرا مان لینا چاہیے اور عمل کر کے دکھلا دینا چاہیئے کہ ہم احکام الٰہی کے تابع ہیں

ہمیں اپنی زندگی کو قال اللہ وقال الرسول کے سانچے میں ڈھالنا چاہیئے۔ غلط تاویلات میں پھنس کر ان احکام کو ٹالنے کی کوشش

أَحَادِيثُ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لا یری علیہ اثر السفر ولا یعرفہ منا احد حتی جلس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاسند رکبتیہ الی رکبتیہ ووضع کفیہ علی فخذیہ وقال یا محمد اخبرنی عن الاسلام قال الاسلام ان تشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وتقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکوٰۃ وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا قال صدقت فعجبنا لہ یسألہ ویصدقہ قال فاخبرنی عن الایمان قال ان تؤمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ قال صدقت قال فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک قال فاخبرنی عن الساعۃ قال ما المسئول عنہا باعلم من السائل قال فاخبرنی عن اماراتہا قال ان تلد الامۃ ربتہا وان تری الحفاۃ العراۃ العالۃ رعاء الشاء یتطاولون فی البنیان قال ثم انطلق فلبثت ملیا ثم قال لی یا عمر اتدری من السائل قلت اللہ ورسولہ اعلم قال فانہ جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم رواہ مسلم ورواہ ابوہریرۃ - مع اختلاف وفیہ واذا رایت الحفاۃ العراۃ الصم البکم ملوک الارض فی خمس لا یعلمہن الا اللہ ثم قرأ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث الاٰیۃ متفق علیہ -

ترجمہ (۱) جناب عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص حاضر ہوا - جس کے کپڑے نہایت سفید تھے - بال نہایت سیاہ - اس پر سفر کا کوئی اثر نہ تھا - اور نہ ہم میں سے اس کو کوئی جانتا تھا - وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گیا - اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لئے - اور عرض کیا - " محمدؐ! مجھ کو اسلام کی حقیقت سے آگاہ فرمائیے - آپؐ نے فرمایا - " اسلام یہ ہے کہ تو (اس) امر کا اعتراف کرے اور شہادت دے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد خدا کے رسول ہیں (اور پھر تو نماز ادا کرے - زکوٰۃ دے - رمضان کے روزے رکھے - اور خانۂ کعبہ کا حج کرے اگر تجھ کو زاد راہ میسّر ہو -" اُس شخص نے (یہ سُنکر) عرض کیا - آپؐ نے سچ فرمایا - ہم لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے - کہ یہ شخص دریافت بھی کرتا ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے - پھر اس نے پوچھا ایمان کی حقیقت بیان فرمائیے آپ نے فرمایا (ایمان یہ ہے کہ) تو اللہ پر اس کے فرشتوں پر - اُس کی کتابوں اور رسولوں پر - قیامت کے دن پر اور تقدیر کی بھلائی پر اور برائی پر ایمان رکھ - (یہ سن کر اس) شخص نے کہا - آپ نے سچ فرمایا (پھر) پوچھا احسان (نیکی) کے متعلق کچھ فرمائیے - آپ نے فرمایا - احسان یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت اس طرح یعنی یہ سمجھ کر کرے کہ گویا تو اُس کو دیکھ رہا ہے (یعنی اس کے حضور میں حاضر ہے) اور ایسا نہ ہو (یعنی اتنا حضور قلب نہ ہو) تو (اتنا تو ضروری ہے) گویا خدا تجھ کو دیکھ رہا ہے - پھر (اس) شخص نے پوچھا قیامت سے آگاہ فرمائیے آپؐ نے فرمایا قیامت کے متعلق میرا علم تم سے زیادہ نہیں ہے (یعنی جتنا تم جانتے ہو اتنا ہی مجھ کو معلوم ہے) پھر دریافت کیا - قیامت کی نشانیاں ہی بتلا دیجئے - آپؐ نے فرمایا (قیامت کی نشانیوں میں سے) ایک تو یہ ہے کہ لونڈی اپنے مالک یا آقا کو جنے گی (یعنی کثرت سے بچّے پیدا ہونگے - جو اپنی ماؤں کے مالک و آقا بنیں گے) اور (دوسری نشانی) یہ کہ برہنہ پا - برہنہ جسم - مفلس و فقیر اور بکریاں چرانے والے لوگوں کو (عالیشان) مکانات و عمارات میں (فخر و غرور کی زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھے گا - حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص چلا گیا اور میں تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا - پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا - " عمر! تم اس سائل کو جانتے ہو -" میں نے عرض کیا - " اللہ اور اُس کا رسولؐ ہی خوب جانتا ہے -" آپ نے فرمایا - یہ شخص جبرائیل تھے جو تم کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے (مسلم) اور ابوہریرہؓ سے جو یہ حدیث منقول ہے - اس میں چند الفاظ کا اختلاف ہے یعنی اس میں یہ الفاظ ہیں کہ جب تو برہنہ پا برہنہ جسم - بہروں اور گونگوں کو زمین کا بادشاہ دیکھے - (اور یہ الفاظ بھی ہیں کہ) پانچ باتوں کا علم صرف خدا ہی کو ہے (اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت پڑھی - اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ الخ یعنی قیامت کا حال خدا ہی کو معلوم ہے - کہ کب ہوگی - اور یہ بھی خدا ہی جانتا ہے کہ کب بارش ہوگی - (بخاری و مسلم)

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ و رسولہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان - متفق علیہ

ترجمہ - جناب ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے (۱) اس امر کی گواہی دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے اور رسول ہیں (۲) نماز پڑھنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) حج کرنا (۵) اور رمضان کے روزے رکھنا - (بخاری مسلم)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان بضع وسبعون شعبۃ فافضلہا قول لا الہ الا اللہ وادناہا اماطۃ الاذی عن الطریق والحیاء شعبۃ من الایمان (متفق علیہ)

ترجمہ - ابوہریرہؓ سے روایت ہے - فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایمان کی ستّر سے اُوپر شاخیں ہیں - ان سب میں سب سے بہتر اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور سب سے کم درجہ کا ایمان کسی تکلیف اور اذیت دینے والی چیز کا راستہ سے دُور کرنا ہے اور (شرم و) حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے - (بخاری و مسلم)

عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ والمہاجر من ہجر ما نہی اللہ عنہ ہٰذا لفظ البخاری ولمسلم - قال ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای المسلمین خیر قال من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ -

ترجمہ - جناب ابن عمروؓ سے روایت ہے - فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پورا مسلمان

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے فضائل

(از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدارس لاھور کارپوریشن)

نمبر ۱۳

حدیث نمبر ۵۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صدقہ کرنے میں جلدی کیا کرو۔ اس لئے کہ بلاء صدقہ کو پھاند نہیں سکتی۔ یعنی اگر کوئی بلا مصیبت وغیرہ آنے والی ہوتی ہے تو وہ صدقہ کی وجہ سے پیچھے رہ جاتی ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مالوں کو زکوٰۃ ادا کر کے پاک کرو۔ اور اپنے بیماروں کا صدقہ سے علاج کرو اور مصیبتوں کی موجوں کا دُعا سے استیصال کرو۔ کنزل العمال میں کئی احادیث کے ذیل میں یہ مضمون آیا ہے کہ اپنے بیماروں کی صدقہ سے دوا کیا کرو۔ اور تجربہ بھی اس کا شاہد ہے کہ صدقہ کی کثرت بیماری سے شفا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ صدقہ سے بیماروں کا علاج کیا کرو۔ کہ صدقہ آبرو ریزی کو بھی ہٹاتا ہے۔ اور بیماریوں کو بھی ہٹاتا ہے اور نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے اور عمر بڑھاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ صدقہ کرنا ستّر بلاؤں کو روکتا ہے۔ جن میں کم از کم درجہ جذام اور برص کی بیماری ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے تفکرات اور غموں کی تلافی صدقہ سے کیا کرو۔ اس سے حق تعالےٰ تمہاری مضرت کو بھی دفع کرے گا۔ اور تمہاری دشمن پر مدد کرے گا۔ ایک اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی مسلمان کو کپڑا پہنائے تو جب تک پہننے والے کے بدن پر ایک بھی ٹکڑا اس کپڑے کا رہے گا۔ پہنانے والا اللہ کی حفاظت میں رہے گا۔ حدیث میں ہے کہ صدقہ بُرائیوں کے ستّر دروازے بند کرتا ہے۔ لہٰذا صبح کو سویرے سویرے صدقہ کر دیا کرو۔ اس لئے کہ بلاء صدقہ سے آگے نہیں بڑھتی۔ آیات کے ذیل ایک واقعہ بھیڑیے کا بھی گزر چکا ہے۔ کہ ایک روٹی صدقہ کرنے سے اُس عورت کے بچّے کو بھیڑیا خود بخود اُس کے پاس چھوڑ جاتا ہے۔

حضرت انسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ صدقہ اللہ تعالےٰ کے غُصّہ کو دُور کرتا ہے اور بُری موت کو ہٹاتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ صدقہ مرنے کے وقت شیطان کے وسوسہ سے محفوظ رکھتا ہے اور مرض کی شدّت کی وجہ سے ناشکری کے الفاظ نکلنے سے حفاظت کرتا ہے۔ اور ناگہانی موت کو روکتا ہے۔ غرض حسن خاتمہ کا معین ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ قبر کی گرمی کو زائل کرتا ہے اور آدمی قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا۔ یعنی جتنا زیادہ صدقہ کریگا۔ اتنا ہی زیادہ سایہ ہوگا۔

حضرت معاذؓ نے حضورؐ سے عرض کیا۔ مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جو جنّت میں داخل کر دے اور جہنّم سے دُور رکھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ تم نے بہت بڑی بات پوچھی۔ اور وہ بہت آسان چیز ہے۔ جس پر اللہ تعالےٰ آسان کر دے۔ اور وہ یہ ہے کہ

اللہ تعالےٰ کی اخلاص سے عبادت کرو۔ کسی کو اُس کا شریک نہ بناؤ۔ نماز کو قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ رمضان المبارک کے روزے رکھو۔ اور بیت اللہ شریف کا حج کرو۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ مَیں تمہیں خیر کے دروازے بتاؤں (یعنی جن دروازوں سے آدمی خیر تک پہنچتا ہے) اور وہ یہ ہیں۔ روزہ ڈھال ہے (یعنی جیسا ڈھال کی وجہ سے آدمی دشمن کے حملہ کو روکتا ہے۔ اسی طرح روزہ کے ذریعہ شیطان کے حملہ کو روکتا ہے) اور صدقہ خطاؤں کو ایسا بجھاتا ہے جیسا پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اور رات کے درمیانی حصّہ میں نماز (بھی ایسی ہی چیز ہے)۔ اس کے بعد حضورؐ نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی۔ تتجافی جنوبھم یہ آیت شریفہ آیات کے ذیل میں گزر چکی ہے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ مَیں تم کو سارے کام کا سِرّ اور اس کا ستون اور اس کی بلندی بتاؤں۔ سب کا سِرّ تو اسلام ہے۔ (کہ اس کے بغیر تو کوئی چیز معتبر ہی نہیں) اور اس کا ستون نماز ہے (کہ جیسے بغیر ستون کے مکان کا باقی رہنا مشکل ہے۔ ایسے بغیر نماز کے اسلام کا بقا مشکل ہے) اور اس کی بلندی جہاد ہے (یعنی جہاد سے اس کو بلندی ملتی ہے) پھر حضورؐ نے فرمایا کہ ان سب چیزوں کی جڑ بتاؤں (جس پر ساری بنیاد قائم ہوتی ہے) حضورؐ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ اس کو قابو میں رکھو۔ حضرت معاذؓ کہتے ہیں۔ مَیں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم اس پر بھی پکڑے جائیں گے۔ جو کچھ بات چیت زبان سے کر لیتے ہیں حضورؐ نے فرمایا تجھ کو تیری ماں روئے۔ اے معاذ کیا آدمیوں کو ناک کے بل اوندھے منہ جہنم میں زبان کے علاوہ اور کوئی چیز بھی ڈالتی ہے۔ تجھ کو تیری ماں روئے۔ عرب کے محاورے میں تنبیہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ہم زبانوں کو جو قینچی کی طرح چلاتے رہتے ہیں وہ سب مجموعہ اعمالنامے میں تُلے گا۔ اور اس میں لغو اور بیہودہ ناجائز چیزیں جتنی بولتے ہیں وہ جہنم میں جانے کا سبب ہوتی ہیں۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ آدمی اللہ جلّ شانہ، کی خوشنودی کا کوئی کلمہ زبان سے نکالتا ہے جس کو وہ بولنے والا کچھ اہم بھی نہیں سمجھتا لیکن حق تعالےٰ شانہ، اس کلمے کی وجہ سے اس کے درجے جنّت میں بلند کر دیتے ہیں۔ اور آدمی خدا کی ناراضگی کا کلمہ زبان سے نکالتا ہے جس کو وہ کہنے والا سرسری سمجھتا ہے لیکن اس کلمہ کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ایک روایت

ہیں ہے کہ جہنم میں اتنی دُور پھینک دیا جاتا ہے جیسا کہ مشرق سے مغرب دُور ہے - ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جو شخص دو چیزوں کا ذمہ لے لے کہ بے محل استعمال نہیں کروں گا - ایک وہ چیز جو دو جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور دوسری) وہ جو دو ٹانگوں کے درمیان ہے - (یعنی شرمگاہ) تو میں اس کے لئے جنّت کا ضامن ہوں - ایک حدیث میں ہے کہ جہنم میں آدمیوں کو کثرت سے یہی دو چیزیں (یعنی زبان اور شرمگاہ) ڈالتی ہیں - ایک حدیث میں ہے کہ آدمی کوئی کلمہ زبان سے نکالتا ہے اور محض اتنی غرض ہوتی ہے کہ لوگ ذرا ہنس پڑینگے تفریح ہوگی - ذرا دل لگی رہے گی - لیکن اس کے وبال سے جہنم میں اتنی دُور پھینک دیا جاتا ہے جتنی آسمان سے زمین دُور ہے - حضرت سفیان ثقفی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کو اپنی اُمّت پر سب سے زیادہ ڈر کس چیز کا ہے - حضور ؐ نے اپنی زبانِ مبارک پکڑ کر فرمایا کہ اس کا - اس کے علاوہ اور بہت سی روایات میں مختلف عنوانوں سے یہ چیز وارد ہُوئی ہے - ہم لوگ اس سے بہت ہی غافل ہیں - یقیناً آدمی کو اُس کا اکثر لحاظ رکھنا چاہیئے کہ زبان سے جو کچھ کہہ رہا ہے اس سے اگر کوئی نفع نہ پہنچے تو کم از کم کسی آفت اور مصیبت میں تو گرفتار نہ ہو - حضرت سفیان ثوری جو مشہور امام حدیث اور فقہ ہیں فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک گناہ صادر ہوگیا تھا - جس کی وجہ سے پانچ مہینے تک تہجد کی نماز سے محروم رہا - کسی نے پوچھا ایسا کیا گناہ ہوگیا تھا - فرمایا ایک شخص رو رہا تھا - مَیں نے اپنے دل میں یہ کہا تھا کہ یہ شخص ریاکار ہے - یہ دل میں کہنے کی نحوست ہے - ہم لوگ تو اس سے کہیں زیادہ سخت الفاظ زبان سے لوگوں کے متعلق کہتے رہتے ہیں - اور بلے وجہ کہتے رہتے ہیں - اور اگر اس سے مخالفت بھی ہو تو اس کے اوپر بہتان باندھنے میں ذرا بھی کمی نہیں کرتے -

جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ تو اصل میں اللہ کو قرضہ دیتے ہیں - کیونکہ یہ بھی قرضہ کی طرح صدقہ دینے والے کو واپس ملتا ہے اور یہ ایسے وقت میں واپس ہوگا جو اس کی سخت ضرورت اور بے حد مجبوری کا وقت ہوگا - یعنی آخرت کا وقت تو ایسی سخت حاجت اور ضرورت کا ہے کہ اُس وقت نہ کسی سے کوئی نیکی خریدی جا سکتی ہے اور نہ مانگی جا سکتی ہے - ایسے سخت کٹھن وقت کے واسطے تو جتنا بھی زیادہ سے زیادہ ممکن ہو اللہ کے پاس جمع کرتے رہنا نہایت ہی دُور اندیشی اور بے حد مفید بات ہے یا ذرا ذرا سا جمع کرتے رہنا یہاں تو کچھ بھی معلوم نہ دے گا - اور وہاں وہ پہاڑوں کی برابر ملے گا - خدا ہم سب مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں کچھ نہ خرچ کرنے کی توفیق بخشے - آمین ثم آمین -

---

(بقیہ - احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۶ سے آگے) وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے مسلمان محفوظ و مامون رہیں - اور مہاجر وہ ہے - جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا ہو جن سے خدا نے منع فرمایا ہے - (یہ الفاظ بخاری کے ہیں اور مسلم میں یہ الفاظ ہیں کہ) ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا - مسلمانوں میں سب سے اچھا کون شخص ہے - آپؐ نے فرمایا - وہ شخص جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں - (مسلم و بخاری)

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین متفق علیہ

ترجمہ - جناب انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے - فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا - جب تک کہ اس کے نزدیک میں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (بخاری و مسلم)

ہفتہ وار خبریں

لاہور - ۳۰ر جولائی - پچھلے ۲۴ گھنٹوں میں لاہور میں ۱۲۷۳ نئے انفلوئنزا کے کیس ہوئے -

---

کراچی - ۳۱ر جولائی - عام انتخابات کے لئے رائے دہندگان کی فہرستوں کی تیاری کا کام کل سے شروع ہو جائے گا -

---

مری - ۳۱ر جولائی - سپریم کورٹ صدر کے استفسار پر ۵ر اگست کو اپنا فیصلہ دے گی -

---

لاہور ۳۱ر جولائی - آج رات تک موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق دریاؤں میں پانی کا زور کم ہو رہا ہے -

---

مظفر گڑھ - یکم اگست - مقبوضہ کشمیر میں مسلمانوں کے گھروں کی تلاشیاں لی جا رہی ہیں اور بمبوں کے حالیہ دھماکوں کے باعث بھارتی فوج اور بخشی پولیس کے مظالم میں اضافہ ہو گیا ہے -

---

لاہور - یکم اگست - جسڑ کے مقام پر دریائے راوی کی سطح پھر بلند ہو رہی ہے -

---

لاہور - ۳ر اگست - لاہور باڈر پولیس نے ۲ر اگست کو ختم ہونے والے ہفتہ کے دوران میں چھ سمگلروں کو گرفتار کیا اور ان سے ڈھائی ہزار روپیہ سے زائد مالیت کا سامان پکڑا -

---

کراچی ۳ر اگست - مسٹر عبدالستار کے مشرقی پاکستان ہائیکورٹ کے جج مقرر ہونے پر قومی اسمبلی میں اُن کی نشست خالی قرار دے دی گئی ہے -

---

کراچی - ۳ر اگست - پاکستان نے تیونس کی جمہوری حکومت کو تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا ہے - اعلان میں کہا گیا ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات بڑے گہرے اور مضبوط ہیں

شارجہ (خلیج فارس) ۳۰ جولائی - آج برطانوی شاہی فضائیہ کے بمبار اور لڑاکا طیاروں نے شارجہ سے پرواز کرکے اومان میں باغیوں کے مراکز پر حملہ کیا -

---

واشنگٹن - ۳۱ جولائی - ریاستہائے متحدہ امریکہ نے آج باقاعدہ طور پر تیونس کو جمہوریہ تسلیم کر لیا ہے -

---

تو شہادت دے یا شہید بنا مجھے　　راہ میں اپنی کر شہید مجھے

بچوں کا صفحہ

اسوۂ حضرت امام حسینؓ اور موجودہ مسلمان

عزیزو بچو! یہ محرم الحرام کا مہینہ ہے اور ہمارا ہجری سال اسی مہینہ سے شروع ہوتا ہے۔ گویا یہ اسلامی سال کا ماہ جنوری ہے اور اس کی پہلی تاریخ کو ہمارا نوروز ہوتا ہے۔ اس مہینہ میں بہت سے اہم واقعات رو نما ہوئے ہیں۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے اسی ماہ کی دس تاریخ کو فرعون کے پنجہ سے نجات عطا فرمائی۔ فرعون بحیرہ قلزم میں غرق ہو گیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سمیت بحیرہ قلزم کو پار کر کے اپنے اصلی وطن کنعان میں پہنچ گئے۔

آدم علیہ السلام کی توبہ بھی اسی ماہ قبول ہوئی۔ یونس علیہ السلام کو بھی اسی ماہ مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی۔ اس ماہ میں اس قسم کے بہت سے واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ظاہر ہو چکے تھے آپؐ کی بعثت کے بعد اس مہینہ کا سب سے اہم واقعہ امام حسینؓ کی شہادت کا ہے۔ حضرت امام حسینؓ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے دوسرے صاحبزادے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے۔ آپؓ کی ولادت با سعادت ۴ھ میں ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؓ سے بڑی محبت تھی۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ حسینؓ جوانان جنت کا سردار ہے۔ عزیز بچو! اب ہم امام حسینؓ کی شہادت کا واقعہ مختصراً بیان کرتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لے لی تھی۔ اہل حجاز کو یہ حرکت پسند نہ آئی۔ حجاز کے چار بڑے صحابہ کرام حضرت امام حسینؓ عبداللہ بن زبیرؓ عبداللہ بن ابی بکر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت معاویہؓ کے انتقال کے بعد یزید تخت نشین ہوا تو اس نے حاکم مدینہ کو امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیر سے بیعت لینے کی تاکید کی۔ اس نے دونوں حضرات کو یزید کا حکم سنا دیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ ایک دن کی مہلت لے کر مکہ معظمہ چلے گئے اور بیت اللہ میں پناہ گزین ہو گئے امام حسین نے حاکم مدینہ سے کہا کہ میرا الگ بیعت کرنا مناسب نہیں جب عام لوگوں کو بیعت کے لئے بلاؤ گے۔ مجھے بھی بلا لینا۔ وہ اس پر راضی ہو گیا اور امام حسینؓ بھی مدینے سے اپنے اہل و عیال سمیت مکہ چلے گئے۔

اس کے بعد عراقیوں نے آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی۔ پہلے بے شمار خط لکھے۔ پھر اشراف کوفہ کا ایک وفد بھیجا۔ اس پر آپؓ نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیلؓ کو حالات دریافت کرنے کے لئے کوفہ بھیجا۔ وہ وہاں پہنچے تو تیس ہزار آدمیوں نے امام حسینؓ کے نام پر بیعت کر لی۔ انہوں نے آپؓ کو کوفہ بلا بھیجا۔ یزید کو پتہ چلا تو اس نے عبداللہ بن زیاد کو کوفہ کا والی بنا کر بھیجا اور اسے مسلمؓ کو کوفہ سے نکالنے یا قتل کرنے کا حکم دیا۔ ابن زیاد نے کوفہ والوں کو ڈرا دھمکا یا لالچ دے کر منتشر کر دیا۔ مسلمؓ گرفتار کر لیے گئے اور ابن زیاد نے ان کو شہید کر دیا۔

امام حسینؓ مکہ سے روانہ ہو چکے تھے۔ عراق کی سرحد پر پہنچے تو مسلمؓ کی شہادت کی اطلاع ملی اس پر بعض ساتھیوں نے مکہ واپس چلنے کا مشورہ دیا۔ مگر آپ حق و صداقت کا راستہ چھوڑ کر جان بچانے کے لئے واپس جانے پر رضامند نہ ہوئے۔ لیکن اپنے ساتھیوں کو آپؓ نے واپس جانے کی اجازت دے دی۔ صرف ۷۲ جان نثار آپ کے ساتھ رہ گئے۔ باقی واپس چلے گئے ۲ر محرم ۶۱ھ کو یہ قافلہ کربلا پہنچا۔ اور وہاں حق و باطل کی لڑائی میں امام حسینؓ اور ان کے باقی ساتھی ۱۰ر محرم کو شہید کر دیئے گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ○

تاریخ اسلام میں اس واقعہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ بظاہر باطل نے فتح پائی اور حق کو شکست ہوئی لیکن در حقیقت یہ حق کی فتح تھی۔

قتل حسینؓ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اے اُمتِ مسلمہ باطل کے سامنے جھکنے کی بجائے حق کے لئے اپنی جان دے دینا بہت بڑی کامیابی ہے۔ اگر کسی زندہ قوم کو یہ پیغام ملتا تو یہ اس میں زندگی کی نئی روح پھونک دیتا۔ مگر مسلمانان عالم ہر سال یوم عاشورہ مناتے ہیں۔ مگر ان کی حالت نہیں بدلتی۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ اس پیغام کو دل کے کانوں سے نہیں سنتے اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بتلایا ہوا راستہ چھوڑ دیا ہے۔

عزیز بچو! آیئے ہم سب مل کر عاشورہ کے دن اللہ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ اے اللہ ہم کو بھی امام حسینؓ کی طرح حق کی حمایت میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین یا الہ العالمین۔ آپ میں سے اکثر اس وقت تک معصوم ہیں۔ شاید کسی کی دعا قبول ہو جائے اور دنیا کے مسلمانوں کی بگڑی ہوئی قسمت پھر بن جائے۔

منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۱۶۳۲۱ - مورخہ ۳ر مئی ۱۹۵۶ء
۲- پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C/۲۰-۲۷ "۲۴۸۱ - مورخہ ۷ر ستمبر ۱۹۵۶ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۰۷
ایڈیٹر
عبد المنان چوہان
بدل اشتراک
سالانہ لعہ
ششماہی سے
فی پرچہ ۴ر